﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ*﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ ربكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا*﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدير أعلىٰ نصير أحمد قمر

جلد ۱ | جمعہ | ۳ جون ۱۹۹۴ء | شمارہ ۲۲

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کے لئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے

وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن روسیاہ ہو گا اور دوست نہایت ہی بشاش ہوں گے

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خداتعالیٰ اپنے اس سلسلہ کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا۔ وہ خود فرماتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا۔ جن لوگوں نے انکار کیا اور جو انکار کیلئے مستعد ہیں ان کیلئے ذلت اور خواری مقدر ہے۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر یہ انسان کا افتراء ہوتا تو کب کا ضائع ہو جاتا کیونکہ خداتعالیٰ مفتری کا ایسا دشمن ہے کہ دنیا میں ایسا کسی کا دشمن نہیں۔ وہ بیوقوف یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کیا یہ استقامت اور جرات کسی کذاب میں ہو سکتی ہے۔ وہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ جو شخص ایک غیبی پناہ سے بول رہا ہے وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اسکے کلام میں شوکت اور ہیبت ہو اور یہ اسی کا جگر اور دل ہوتا ہے کہ ایک فرد تمام جہان کا مقابلہ کرنے کیلئے طیار ہو جائے۔ یقیناً منتظر رہو کہ وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن روسیاہ ہو گا اور دوست نہایت ہی بشاش ہونگے۔ کون ہے دوست؟ وہی جس نے نشان دیکھنے سے پہلے مجھے قبول کیا اور جس نے اپنی جان اور مال اور عزت کو ایسا فدا کر دیا ہے کہ گویا اس نے ہزارہا نشان دیکھ لئے ہیں۔ سو یہی میری جماعت ہے اور میرے ہیں جنہوں نے مجھے اکیلا پایا اور میری مدد کی اور مجھے غمگین دیکھا اور میرے غمخوار ہوئے اور ناشناسا ہو کر پھر آشناؤں کا سا ادب بجالائے خداتعالیٰ کی ان پر رحمت ہو۔ اگر نشانوں کے دیکھنے کے بعد کوئی کھلی صداقت کو مان لیگا تو مجھے کیا اور اس کو اجر کیا اور حضرت عزت میں اس کی عزت کیا۔ مجھے درحقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سنا اور اس میں غور کی تب اسی قدر قرائن سے خداتعالیٰ نے ان کے سینوں کو کھولدیا اور میرے ساتھ ہو گئے۔ میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کیلئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کے لئے مجھے حکم بناتا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آ گیا ہے۔ مجھے آہ کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کھلے نشانوں کے طالب وہ تحسین کے لائق خطاب اور عزت کے لائق مرتبے خداوند کی جناب میں نہیں پا سکتے جو ان راستبازوں کو ملیں گے جنہوں نے چھپے ہوئے بھید کو پہچان لیا اور جو اللہ جل شانہ کی چادر کے تحت میں چھپا ہوا بندہ تھا اس کی خوشبو ان کو آ گئی۔ انسان کا اس میں کیا کمال ہے کہ مثلاً ایک شہزادہ کو اپنی فوج اور جاہ و جلال میں دیکھ کر پھر اس کو سلام کرے۔ باکمال وہ آدمی ہے جو گداؤں کے پیرایہ میں اسکو پاوے اور شناخت کر لیوے۔ مگر میرے اختیار میں نہیں کہ یہ زیرکی کسی کو دوں۔ ایک ہی ہے جو دیتا ہے۔ وہ جس کو عزیز رکھتا ہے ایمانی فراست اسکو عطا کرتا ہے انہیں باتوں سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں اور یہی باتیں ان کے لئے جن کے دلوں میں کجی ہے زیادہ تر کجی کا موجب ہو جاتی ہیں۔

(روحانی خزائن جلد ۵ آئینہ کمالات اسلام صہ ۳۴۹، ۳۵۰)

اگر آپ حقیقی داعی الی اللہ بن جائیں!

سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"اگر آپ سو فیصد نہ بھی ہوں پچاس فیصد احمدی بھی حقیقی معنوں میں داعین الی اللہ بن جائیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اتنی تیزی سے دنیا میں اسلام کا انقلاب آنا شروع ہو جائے گا کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ دنوں میں، ہفتوں میں، مہینوں میں کیفیتیں اس طرح تبدیل ہونے لگیں گی کہ آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ دنیا کو کیا ہو گیا ہے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ فروری ۱۹۹۲ء)

القرآن الحکیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٦٠﴾ (النسآء)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے کو اللہ اور رسول کے سامنے رکھا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

مختصرات

سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان دنوں جرمنی کے دورہ پر تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے مسلم ٹیلی ویژن کے پروگرام ان دنوں جرمنی سے براہ راست نشر کئے جا رہے ہیں۔ سفر کی وجہ سے نیز خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کی مصروفیات کی وجہ سے "ملاقات" پروگرام کی طرز اور کیفیت میں کافی تبدیلی ہوئی ہے۔ گزشتہ ہفتہ کے پروگرام کی کسی قدر تفصیل قارئین الفضل کی خدمت میں پیش ہے تاکہ اس اشاریہ کی مدد سے وہ موضوعات کا انتخاب کر سکیں اور اصل پروگرام دیکھ کر تفصیلی استفادہ کر سکیں۔

۲۳ مئی ۱۹۹۴ء. آج کے پروگرام "ملاقات" حسب معمول ہومیوپیتھی کلاس پر مشتمل تھا جو محمود ہال لندن میں منعقد ہوئی۔ یہ سترھویں کلاس تھی جو ایک سلسلہ وار پروگرام کا حصہ ہے۔ حضور انور نے پرانے اسباق کی دہرائی کے علاوہ چند نئی ادویات کا تعارف کرایا۔

۲۴ مئی ۱۹۹۴ء. حسب ارشاد آج سے ہومیوپیتھی کلاسوں کے گزشتہ اسباق کی دہرائی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس سلسلہ میں آج ۲۳ مارچ ۱۹۹۴ء کو منعقد ہونے والی ہومیوپیتھی کی سب سے پہلی کلاس کی ٹیپ دکھائی گئی اور گفتگو کے ساتھ ساتھ حسب ارشاد ادویات کے نام بھی سکرین پر دکھائے جاتے رہے۔

۲۵ مئی ۱۹۹۴ء. آج ملاقات پروگرام کے طور پر حضور انور کی وہ مجلس عرفان پیش کی گئی جو حضور انور نے سفر ہندوستان کے دوران ۱۸ دسمبر ۱۹۹۱ء کو منعقد فرمائی تھی۔ مندرجہ ذیل موضوعات پر حضور انور نے اظہار خیال فرمایا:۔

(۱) تقویٰ کے مختلف معانی۔ (۲) کیا احمدی خواتین کراٹے سیکھ سکتی ہیں۔ (۳) جہاد کس کو کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں۔ (۴) سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ (۵) نماز قصر کے مسائل (۶) غیر احمدیوں کی نماز جنازہ (۷) اگر احمدی لڑکی کی شادی غیر احمدی لڑکے سے ہو رہی ہو تو تقریب شادی میں شمولیت کے بارہ میں ہدایات (۸) تشریعی نبوت اور ظلی نبوت میں فرق (۹) کیا ابو جہل کو ابو جہل کہنا اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں؟ (۱۰) کیا جمعہ میں خطیب اور امام الصلوٰۃ دو مختلف آدمی ہو سکتے ہیں (۱۱) ۷۳ فرقوں کے بارہ میں وضاحت (۱۲) علماء کی بدترین مخلوق ہونے کی تشریح (۱۳) رشتہ ناطہ کے بارہ میں صحیح طریق کار و ہدایات۔

۲۶ مئی ۱۹۹۴ء. مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی ٹیم کو لندن سے فرینکفورٹ تک سفر میں اندازہ سے زیادہ وقت لگ گیا اس وجہ سے آج کی نشریات کا آغاز بہت دیر سے ہوا اور "ملاقات" پروگرام پیش نہیں ہوا۔

۲۷ مئی ۱۹۹۴ء. آج حضور نے خطبہ جمعہ ناصر باغ جرمنی میں ارشاد فرمایا۔ اسی کے ساتھ خدام الاحمدیہ جرمنی کے اجتماع کا افتتاح بھی عمل میں آیا۔ "ملاقات" کا الگ پروگرام پیش نہیں ہوا۔

۲۸ مئی. آج "ملاقات" پروگرام کے طور پر حضور انور کی اس مجلس سوال و جواب کو پیش کیا گیا جو ہزارہا بوزنین احباب کے ساتھ ناصر باغ جرمنی میں منعقد ہوئی۔ سوالات و موضوعات کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) کیا نماز کی نیت اونچی آواز میں کرنی چاہئے۔ (۲) اس وقت عملاً جماعت کا مرکز لندن میں کیوں ہے۔ اور کیوں سارا لٹریچر وہاں سے شائع ہوتا ہے۔ (۳) جماعت احمدیہ اہل بوسنیا کی کیا خدمت کر رہی ہے۔ بالخصوص مظلوم عورتوں اور بچوں کی خاطر جماعت کیا کر رہی ہے۔ (۴) قصر نماز کی تفصیل (۵) اسلام مکمل دین ہے اس لئے اب اسلام میں کسی نبی کے آنے کی کیا ضرورت ہے اس کا قرآن و حدیث سے ثبوت کیا ہے۔؟

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

ادار یہ

دعوت الی اللہ۔ اور۔ عالمی بیعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی عالمی بیعت کی تحریک کو عظیم برکتوں سے معمور فرمایا اور ایک ایسی ہوا احمدیت کے پیغام کی قبولیت کی چلائی کہ دل خدا تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہو جاتا ہے۔ قریہ قریہ، بستی بستی اللہ تعالیٰ کے فضل موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہو رہے ہیں اور خوش نصیب ہیں وہ جماعتیں جو اللہ کی تقدیر کے رخ پر سفر کر کے ان فضلوں کی وارث بن رہی ہیں۔ اور روحانی برسات کے اس موسم میں موسلا دھار بارش سے کما حقہ فیضیاب ہو رہی ہیں۔

این سعادت بزور بازو نیست
گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

دعوت الی اللہ سے متعلق ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات اور خطابات میں بارہا ہمیں توجہ دلائی ہے اور بار بار ہمیں بیدار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میری تو دن رات یہ تمنا ہے، دن رات دل میں ایک آگ سی لگی ہوئی ہے۔ میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ اس لئے اللہ مجھے یاد کرواتا رہے گا اور میں یاد رکھوں گا اور آپ کو بھی یاد کرواتا رہوں گا۔ لیکن اگر آپ نے غفلت کی وجہ سے اس بات کو بھلا دیا تو یاد رکھیں کہ آپ خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ اس لئے نہ خود بھولیں اور نہ دوسروں کو بھولنے دیں۔ آج جماعت کی سب سے بڑی اور سب سے اہم ذمہ داری خدا کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہے"۔

(خطبہ جمعہ، فرمودہ ۲۸ اگست ۱۹۸۷ء)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"پس میں تمام احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ تمام دنیا کے انسان کو خدائے حی وقیوم کی طرف بلائیں۔ مشرق کو بھی بلائیں اور مغرب کو بھی بلائیں۔ کالے کو بھی بلائیں اور گورے کو بھی بلائیں۔ عیسائی کو بھی بلائیں اور ہندو کو بھی بلائیں۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کو بھی بلائیں اور دہریوں کو بھی بلائیں۔ مشرقی بلاک کو بھی بلانا آپ کے سپرد ہے اور مغربی بلاک کو بلانا بھی آج آپ کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ یہ آپ ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو موت کے بدلہ زندگی بخشنی ہے۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو مرنے والے مر جائیں گے اور اندھیروں میں بھٹکنے والے ہمیشہ بھٹکتے رہیں گے۔ اس لئے اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو! اور اے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالو! اب اس خیال کو چھوڑ دو کہ تم کیا کرتے ہو۔ اور تمہارے ذمہ کیا کام لگائے گئے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک داعی الی اللہ ہے اور ہر ایک خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہو گا۔ کسی قوم سے تمہارا تعلق ہو تمہارا اولین فرض یہ ہے کہ دنیا کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف بلاؤ اور ان کے اندھیروں کو نور میں بدل دو اور ان کی موت کو زندگی بخش دو۔ اللہ تعالیٰ کرے ایسا ہی ہو۔

(خطبہ جمعہ، فرمودہ ۲۵ فروری ۱۹۸۳ء)

اب دوسری عالمی بیعت کے انعقاد میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ پس ہمیں چاہئے کہ اب بغیر وقت ضائع کئے عزم و حمد کے ساتھ دعاؤں کے دوش پر اپنی رفتار کو تیز کر دیں۔ اپنی کوششوں کو آنکھوں کے پانی س سیراب کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور پیش کریں اور اس میدان کو سر کرنے کے لئے ہر فرد جماعت کو اس میں اتار دیں اور انقلابی رنگ میں کام کی توفیق پا کر عظیم الشان فتوحات کے اس تاریخ ساز دور میں داخل ہوں اور اللہ کے حضور سرخرو ہوں، کامیاب اور مقبول ٹھہریں اور اس خوشخبری کے وارث ہوں جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعوت الی اللہ کرنے والوں کو دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں دعوت الی اللہ کرنے والوں کو خوش خبری دیتا ہوں کہ جب وہ کسی کی زندگی بنائیں گے تو خدا ان کی ایک اور زندگی بنا دے گا اور یہ ایک ایسا جاری فیض ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس سے محرومی زندگی کو ضائع کرنا ہے اس لئے ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ دعائیں کرتے ہوئے اس کام کو آگے بڑھائیں۔ اپنے روحانی پھلوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ان کی لذتوں سے فیض یاب ہوں اور آگے ان کو سراج بنا دیں۔ ایسا سراج جو اور چراغ روشن کرنے والا سراج بن جائے"۔

(خطبہ جمعہ، فرمودہ ۲۸ فروری ۱۹۹۲ء)

اللہ کرے کہ یہ سعادت ہم سب کے مقدر میں لکھی جائے اور ہم میدان تبلیغ میں کامیاب و کامراں ہوں۔ آمین

گالیاں دے کے شب و روز دعا لیتے ہیں
دیکھ لو دوستو! کیا دے کے وہ کیا لیتے ہیں
حد سے بڑھ جاتے ہیں ابنائے وطن کے جو ستم
گر کے بس سجدے میں دو اشک بہا لیتے ہیں

(منظور احمد)

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ ، وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ۔

(مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جو امیر کا نافرمان ہے وہ میرا نافرمان ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِیْبَةٌ۔

(بخاری کتاب الاحکام باب اسمع والطاعة)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو اور اطاعت کو اپنا شعار بناؤ خواہ ایک حبشی غلام کو ہی کیوں نہ تمہارا افسر مقرر کر دیا جائے یعنی جو بھی افسر ہو اس کی اطاعت کرو۔

نصر من اللہ و فتح قریب

عیاں سورۃ صف میں تیرے نصیب — نصر من اللہ و فتح قریب
وہ بندے خدا کے جو انصار ہیں — وہ بندے کہ ہیں مصطفیٰؐ کے حبیب
مقدر ہے ہاتھوں سے اس کے شفا — مسیحؑ زماں ہے ہمارا طبیب
محمدؐ کی ہے پاس اس کے سند — محمدؐ کے ہیں نسخہ ہائے عجیب
مگر جزو اعظم دعا ہے دعا — دعا کر دعا کر، خدا ہے مجیب

(روشن دین تنویر)

ولادت باسعادت

□□ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۹ مئی ۱۹۹۴ء کو مکرم منیر احمد صاحب جاوید، پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو بیٹی سے نوازا ہے جس کا نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت "ماہدہ جاوید" عطا فرمایا ہے۔

□□ مکرم مبارک احمد صاحب ظفر (وکالت مال لندن) کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ۲۸ مئی ۱۹۹۴ء کو دو بیٹوں کے بعد بیٹی عطا فرمائی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت اس بچی کا نام ماریہ مناہل عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان نومولود بچیوں کی صحت و تندرستی، اور درازی عمر عطا فرمائے اور نیک خادمہ دین بنائے۔ آمین

لائبریریوں کا ارتقاء۔ کتب خانوں کا آغاز

(ڈاکٹر صلاح الدین - امریکہ)

لاطینی زبان میں Libraria لائبریری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو رومن لفظ Liber سے ماخوذ ہے۔ جرمن، اسپینش، فرنچ، اٹالین اور سوئس میں لابریری کے لئے لفظ Bibliothek استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی میں لائبریری سے مراد کسی کمرہ، عمارت یا کتابوں کا عطیہ دینا یا ان تینوں چیزوں کو پڑھنے کی غرض سے اکٹھا وقف کر دینا ہے۔ چنانچہ لائبریری کا بنیادی مقصد پڑھنے والے مواد کو جمع کرنا یا محفوظ کرنا ہے تاکہ عوام الناس کو جب بھی کسی چیز کے بارہ میں علم حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ ایک ایسی مخصوص عمارت میں آئیں جہاں علم اور ہر قسم کی معلومات حاصل کرنے کی سہولت موجود ہو۔

لائبریریوں کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب انسان نے لکھنا پڑھنا شروع کیا تو لکھنے پڑھنے کی چیزوں کو بھی حفاظت سے رکھنے کی کوشش کی۔ انسان کی اسی کوشش نے لائبریریوں یا کتب خانوں کو جنم دیا۔

پہلی لائبریری

ابتدائی زمانہ میں ریکارڈ روم اور لائبریری کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ تاریخ میں لائبریری کی سب سے پہلی مثال عراق کے ایک بہت بڑے شہر Nip-pur میں تقریباً ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح میں ملتی ہے جو کہ بے شمار کمروں پر مشتمل تھی اور تمام کمرے مٹی سے بنی ہوئی تختیوں سے بھرے ہوئے تھے جن پر ہاتھ سے لکھی ہوئی عبارتیں تھیں۔ مسودات سے بھرے ہوئے کمرے یہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ ایک جامع لائبریری تھی۔ نیپر شہر تاریخی لحاظ سے میسوپوٹیمیا (Mesopotamia) میں شامل ہوتا تھا۔ اس تہذیب میں بہت بڑے بڑے شہر آباد ہوئے جن کی آبادی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد پر مشتمل تھی۔ شہر کا بندوبست چلانے کے لئے انتظامیہ قائم کی جاتی تھی۔ میسوپوٹیمیا اور مصر سے ملنے والی مٹی کی تختیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لکھنے پڑھنے کا عمل حساب کتاب لکھنے، قانون کا اطلاق کرنے اور خط و کتابت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی علمی و ادبی تہذیب و تمدن کا آغاز بھی میسوپوٹیمیا کے اسی علاقہ میں ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح میں ہوا۔ اور چند سو سال کے اندر اندر اس تہذیب کے اثر کی وجہ سے تقریباً ۳۲۰۰ قبل مسیح مصر کی اور ۲۵۰۰ قبل مسیح وادی سندھ اور ۱۸۰۰ قبل مسیح چین کی تہذیب نے جنم لیا۔ میسوپوٹیمیا کی تہذیب کے برعکس وادی سندھ اور چین کی تہذیب میں لکھائی محدود پیمانہ پر کی جاتی تھی کیونکہ ان قوموں کا مزاج کچھ مختلف تھا۔ جنوبی عراق میں پھیلی ہوئی اس تہذیب نے انسانی سوسائٹی، مذہب، سیاست، غرض انسانی زندگی کی ترقی کے ہر پہلو پر اچھے اثرات مرتب کئے۔

ASIAN JEWELLERY AT DISCOUNTED PRICES
LATEST DESIGNS IN STOCK
UK DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS WELCOME
REPAIRS AND ALTERATIONS
DULHAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LN
PHONE 0922 33229

انسان کو لکھنا پڑھنا کس نے سکھایا

ہر پڑھنے والے کو یہ جستجو ضرور ہوگی کہ انسان کو پڑھنا اور لکھنا کب آیا۔ چنانچہ جب ماضی کی طرف نظر دوڑائیں تو نظر جا کر آسمانی کتابوں پر ہی ٹھہرتی ہے۔ اور خوب مزا بھی آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہے کہ تمام انبیاء کو انسان کی بھلائی اور تعلیم و تربیت کی غرض سے ہی اس دنیا میں مامور کیا گیا۔ اس دنیا میں سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام کا دور بھی ۴۰۰۰ سال قبل مسیح تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام جن کو مذہبی کتابوں میں حنوک بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پڑپوتے تھے۔ مفسرین کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ ادریس، حنوک ہی کا نام تھا۔ انگریزی میں جسے (Enoch) کہتے ہیں۔ حنوک کے معنے اور ادریس کے معنے آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ حنوک کے معنے عبرانی زبان میں Dedication or Instruction کے ہیں۔ یعنی سکھانا یا کسی چیز کی طرف منسوب کر دینا اور ادریس کے معنے بھی اسی رنگ کے ہیں۔ دَرَسَ کے معنی ہیں پڑھا اور دَرَّسَ کے معنی ہیں پڑھایا۔ پس ادریس کے معنے ہوئے بڑا پڑھنے والا یا پڑھانے والا۔ ادریس کے معنوں میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بڑی مہارت رکھنے والا اور فن کے لئے وقف ہو جانے والا۔

یہودی کتب میں آتا ہے کہ لکھنے کا علم حنوک نے ایجاد کیا تھا۔ اسی طرح علم ہیئت اور حساب بھی اسی نے ایجاد کیا تھا۔ مسلمانوں میں بھی اسی قسم کی روایات آتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہودی کتب سے ہی یہ باتیں نقل کی ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ ـــ ۲۹۲، ۳۰۷)

اب یہ جاننے کے بعد جب نیپر شہر میں لکھنے پڑھنے، حساب رکھنے، قانونی مسودات اور خط و کتابت کا آغاز ہوا تو یہ زمانہ تاریخی اعتبار سے حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ ہی بنتا ہے۔ اور جب مذہبی کتابوں سے موازنہ کیا جائے تو ہر ریسرچ کرنے والا اسی نقطہ پر جا پہنچے گا۔ اور پھر یہ بات فوری طور پر ذہن میں آتی ہے کہ جونہی انسان نے لکھنا پڑھنا شروع کیا اسی وقت مسودات کو محفوظ کرنے کے بارہ میں سوچا گیا۔ اور کتب خانے بنانے کا آغاز اسی وقت شروع ہو گیا۔ جس کی پہلی مثال نیپر شہر کی جامع لائبریری کے طور پر ملتی ہے اور یہ بات ہمارے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انسانوں کو تمام علوم سکھانے کا بندوبست اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء کو بھیج کر کیا۔ جو انسانیت کے لئے مشعل راہ بنے۔

پہلی سائنس لائبریری

موجودہ طرز پر کتابیں جمع کرنے کا اور لائبریریاں بنانے کا آغاز یونانی اور رومن دور میں ہوا۔ یونان میں بڑے بڑے گرجا گھروں میں وسیع لائبریریاں بنائی جاتی تھیں۔ ایسی سب سے پہلی اور اہم لائبریری ۴۰۰ سال قبل مسیح میں کسی ادارہ نے ایتھنز میں بنائی تھی۔ جس میں مختلف مکاتب فکر اور نظریات سے متعلق کتابیں رکھی گئی تھیں۔ سب سے مشہور لائبریری ارسطو نے بنائی جس میں اس نے کتابوں کو نہایت منظم اور اصولی طریقوں پر رکھنے کا آغاز کیا۔ اس لائبریری کے قیام کا مقصد سائنٹیفک ریسرچ کو فروغ دینا تھا۔ ارسطو کی وفات کے بعد اس کی لائبریری ۸۴ ق۔م میں رومیوں کے پاس بطور تاوان جنگ چلی گئی جہاں سائیرو (Cice-ro) نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا جو کہ کتابوں سے اپنے انس اور محبت کی وجہ سے مشہور تھا۔

ارسطو کی لائبریری کو اس وقت کے مورخین نے ایک قابل تقلید مثال قرار دیا جس کی نقل کرتے ہوئے اسکندریہ میں ایک لائبریری بنائی گئی جو کہ یونانی اور رومن دور کی سب سے بڑی یادگار تھی۔ اس لائبریری کے بانی کا اصل مقصد تمام یونانی لٹریچر کی بہترین کاپیوں یا مسودات کو اکٹھا کرنا اور ان کو منظم طریق پر جمع کرنا تھا تاکہ یہ مواد آئندہ علم کی راہیں کھولنے کی بنیاد فراہم کر سکے۔ اس لائبریری میں تقریباً سات لاکھ کتابیں تھیں۔ جو اصل میں قرطاس مصری پر لکھے ہوئے نوشتے تھے۔ قرطاس مصری دریائے نیل کے کنارے اگنے والے ایک درخت پیرس (نرسل) کے گودے یا چھال سے تیار کیا جاتا تھا۔ ان پر لکھنے کا آغاز تقریباً چار ہزار سال ق۔م میں ہو گیا تھا۔ اس پر لکھے ہوئے نوشتے رول کی شکل میں ہوتے تھے۔ ان کے کناروں پر دو گول لکڑیاں لگا دی جاتی تھیں جن پر انہیں نقشے کی طرح لپیٹ دیا جاتا تھا۔ پیرس کو ہی موجودہ کاغذ کا مورث اعلیٰ کہا جاتا ہے۔

(اسلامی کتب خانے ـــ ۳۸)

روم کی لائبریریاں

قدیم روم میں لوگوں میں یہ بہت مقبول فیشن تھا کہ وہ اپنی پرائیویٹ لائبریریاں بنائیں۔ یہ حقیقت تو ہم بھی جانتے ہیں کہ فیشن کی خاطر تو آج بھی ہمارے وطن کے لوگ پیسہ، وقت، محنت، غرض ہر چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں مگر رومن عوام کا فیشن تو واقعی قابل تعریف ہے۔ چنانچہ قدیم روم کی ذاتی لائبریریوں میں سے بہت اعلیٰ اور مشہور سالیسروی لائبریری تھی۔ قدیم روم کے لوگ تخلیقی ذہن رکھتے تھے۔ نت نئی ایجاد کی سوچ میں مگن رہتے تھے۔ چنانچہ اس وقت رومیوں نے کتابوں کو ڈبوں اور پیٹیوں میں رکھنے کی بجائے دیواروں کے ساتھ خانے بنا کر ان پر کتابیں رکھنے کے فیشن کا آغاز کیا جو کہ آج تک قائم ہے۔

اس وقت پڑھنے پڑھانے کی دھن فیشن کی طرز پر ہر ذہن میں سوار تھی۔ اور ہر شخص چاہے افسر تھا یا نوکر، فوجی یا سویلین، لائبریری ہر ایک کی کمزوری تھی۔ اس وقت کے مشہور جرنیل لوکولس جو کہ سٹیٹس مین بھی تھا۔ اور اپنے شاہانہ رہن سہن اور بود و باش کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ اس کے علمی ذوق کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوکولس نے جنگی تاوان میں کسی دوسری چیز کی بجائے دشمن سے ایک بہت بڑی لائبریری حاصل کی اور کمال سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ لائبریری اپنے وطن کے دانشوروں کے سپرد کر دی جن کو علم و ادب میں دلچسپی تھی۔ اس بات کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ لوکولس کے حالات زندگی لکھنے والے شخص پلوٹارچ نے اس لائبریری میں موجود کتابوں کے معیار کو سالیسرو کے مشہور قصہ کو بیان کر کے کیا اگرچہ سالیسرو کی اپنی سب سے بڑی ذاتی لائبریری تھی مگر ایک مرتبہ جب وہ اپنے دوست کے لئے پلوٹوچ لائبریری میں فلسفہ کی کتاب مستعار لینے گیا تو لائبریری کا یہ سیکشن اتنا وسیع تھا کہ اس نے فلاسفر زینو کی کتابوں میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پایا۔

ایک فوجی کی لائبریری سے دلچسپی اور پھر جنگی تاوان میں اسے حاصل کرنا۔ پڑھ کر بہت حیرانی ہوئی کہ جرنیل لوکولس نے تاوان جنگ کو بھی لوگوں کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنانے کا سوچا۔ کیونکہ دنیا کے اسی خطے میں حال ہی میں تمام مغربی قوموں نے اپنی افواج کے ذریعہ Desert Storm سے تباہی مچائی جو کہ ہر دیکھتی آنکھ اور سنتے کان سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے ساتھ ہی ذہن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے وہ تمام خطبات منظر بہ منظر گھومنے لگتے ہیں جو کہ گلف وار پر سب نے سنے اور پڑھے۔ ورنہ فوجیوں سے متعلق تو ترقی یافتہ ممالک میں بہت سے لطائف ہیں ....

اس طرح جولیس سیزر نے ایک جامع پبلک لائبریری کا منصوبہ بنایا اور اس کی تکمیل کے لئے ایک قابل اور مشہور سکالر "مارکس ٹرینٹیئس وارو" کو اس کی ذمہ داری سونپی جس نے لائبریری کے موضوع پر اپنے تحقیقی مقالہ De Bibliothecis کی وجہ سے شہرت پائی۔ لٹریچر کے سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ لائبریری کے موضوع پر سب سے پہلا تحقیقی مقالہ یہی تھا۔ بدقسمتی سے سیزر کی وفات اس منصوبہ کی تکمیل سے قبل ہی ہو گئی اس کے بعد اس وقت کے مشہور ادیب اور تصنیف و تالیف کے ماہر "اسینی ئس پولیو" نے پانچ سال کی قلیل مدت میں اس عظیم پبلک لائبریری کا منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اس لائبریری کی تکمیل کی وجہ سے دوسرے شہروں کے لوگوں میں بھی ایسا ہی جذبہ پیدا ہونا شروع ہوا اور یہی جذبہ بے شمار دوسری لائبریریوں کو جنم دینے میں ممد و معاون ثابت ہوا اور لاتعداد لوگوں کے جوہر کھل کر سامنے آئے۔ اسی بنا پر اسینی ئس پولیو کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ

He made men's talents a public possession.

اس کے بعد بے شمار بادشاہوں نے بھی لائبریریاں

Earlsfield Properties
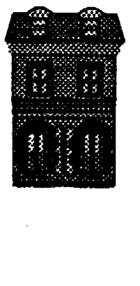
RENTING AGENTS
081 877 0762
PROPERTIES WANTEDIN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

بنانے کی طرف خصوصی توجہ دی جن میں ٹراجان، وسپاسن، اور بیرلیس قابل ذکر ہیں۔

رومن شہنشاہ قسطنطین نے چوتھی صدی عیسوی میں "بائی زلینیم" شہر میں ایک بہت عظیم الشان لائبریری بنوائی جو کہ عیسائی لٹریچر کا اہم مرکز تھی۔ اس کے علاوہ اس لائبریری نے یونان و روم کے پرانے لٹریچر کو محفوظ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

جدید معاشرتی دور کا آغاز

جب پانچویں صدی عیسوی میں جرمن غیر مہذب لوگوں کے ہاتھوں رومن بادشاہت کا خاتمہ شروع ہوا تو تمام ذاتی اور پبلک لائبریریاں شعلوں کی نذر ہو گئیں۔ یا ان کی ایسی حالت کر دی گئی کہ وہ تباہی کے کنارہ تک پہنچ گئیں۔ اس ہولناک تباہی سے یونانی اور رومن تہذیب و تمدن کے کچھ حصے بچ گئے جو کہ گرجا گھروں سے ملحق تھے اور اس سے جدید دنیا کے ثقافتی اور معاشرتی دور کا آغاز ہوا۔

جب دوسری صدی کے آغاز میں عیسائی راہب کمیونیٹر کا دور شروع ہوا تو لائبریریوں اور کتابوں کی روحانی زندگی کی ترقی کے لئے بہت اہم تصور کیا جاتا تھا۔ حکومت نے بھی تعلیمی فروغ میں خاصی دلچسپی لی اور کتابوں کے استعمال کے بارہ میں کئی احکامات جاری کئے۔ جس کی سب سے مشہور Benedictine order تھا جس کی رو سے خصوصی طور پر پڑھنے کی اہمیت، مطالعہ اور اس سے متعلق لائبریری کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا۔ لائبریریوں میں سرکاری حکم کے تحت کتابوں کے اجراء کے لئے ایک شخص کی ڈیوٹی ہوتی تھی اور سالانہ پڑتال بھی کی جاتی تھی تاکہ کتابوں کے اعداد و شمار کا ریکارڈ رہے۔

سکرپٹوریا

سکرپٹوریا ایسے اداروں کو کہا جاتا ہے جہاں کتابوں کی نقول تیار کی جاتی تھیں۔ یہ کام بھی سرکاری حکم نامہ کے تحت ہی ہوتا تھا تاکہ ان کتابوں کو لائبریریوں میں رکھا جا سکے اور وہ محفوظ بھی رہیں۔ ایسے مشہور اداروں میں اٹلی میں "مانٹے کیسیو اور بابیو"، جرمنی میں "فلڈا اور کوری"، برطانیہ میں "وارمتھ اور کینسبری" کتابیں تیار کرنے میں بہت مشہور ہوئے۔

قوانین کتب خانہ

کتابوں کے اجراء اور حصول کے بارہ میں قوانین تیار کئے گئے اور لائبریری سے متعلق اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف تعزیری کاروائی کے لئے بھی اصول نافذ کیا گیا۔ کتابیں دوسری خانقاہوں اور دوسرے شہروں کے عوام کو سیکیورٹی لے کر مستعار دی جاتی تھیں۔ اس طرح عیسائی خانقاہوں نے پبلک لائبریریوں کا کردار بھی ادا کیا۔

عیسائی راہبوں کا علمی ذوق

جب تیرھویں صدی عیسوی میں یورپ میں یونیورسٹیاں بنائی گئیں تو عیسائی راہب جب چھٹیوں میں اپنی خانقاہوں میں آتے تو وہ تمام نوٹس جو انہوں نے ارسطو، پلیٹو سے متعلق قانون، سائنس اور دوسرے علوم کے بارے میں لئے ہوتے تھے ان کی نقول کر کے دوسرے لوگوں میں علم پھیلانے کی خاطر رکھتے۔ ان خانقاہوں میں جو ناخواندہ لوگ آتے ان کو یہ طالبعلم چھٹیوں کے دوران لکھنا پڑھنا بھی سکھاتے۔ اس طرح عیسائی خانقاہوں نے لوگوں کی درس و تدریس میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

مذہبی جنگوں کے اثرات اور لائبریریوں کی تعمیر نو

برطانیہ میں عیسائی خانقاہوں کا دور ۱۵۳۶ء میں اختتام کو پہنچا جب مذہبی اداروں کو شاہ ہنری ۸ نے دبایا اور ان کی سرکاری امداد کو بند کر دیا۔ اس وقت کوئی ایسا مثبت قدم نہیں اٹھایا گیا کہ یہ ادارے محفوظ رہ سکیں۔ صرف اتنا کیا گیا کہ دوسری لائبریریوں کا تھوڑا سا حصہ شاہی لائبریری میں منتقل کیا گیا۔ ۱۵۵۰ء میں شاید لوٹ مار کی وجہ سے لائبریریوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور کتابیں لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئیں۔

ملکہ الزبتھ اول کے دور سلطنت میں کچھ ذمہ دار افسروں نے یہ محسوس کیا کہ جو کتابیں بکھر کر لوگوں کے ہاتھوں میں جا چکی ہیں وہ حکومت کی پالیسیوں کے خلاف مؤثر پراپیگنڈا کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اور عوام کے اندر حکومت کے خلاف رد عمل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کینسبری کے چیف پادری میتھیو پیکر اور ملکہ کے سیکرٹری اعلیٰ رابرٹ ساسل نے ان کھوئی ہوئی کتابوں کو اکٹھا کرنے کا منصوبہ تیار کر کے اس میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

ان کے علاوہ بعض دوسرے افراد میں سر رابرٹ بروس کاٹن اور سر تھامس بوڈے قابل ذکر ہیں۔ اس (Recall) مہم کے نتیجہ میں ان لائبریریوں کی منتشر کتابوں کا ایک قابل ذکر حصہ ۱۶۶۰ء تک دوبارہ اکٹھا کر لیا گیا۔ پارکر کی اکٹھی کی ہوئی کتب پارکر کرسٹی کالج کیمبرج، کاٹن کی جمع کردہ کتب کاٹن برٹش میوزیم اور بوڈلیز کی کتب کو بوڈلین لائبریری آکسفورڈ میں رکھا گیا جو آج تک وہاں موجود ہیں۔ سب کچھ پڑھ کر ذہن میں یہ بات ضرور آتی ہے کہ برطانیہ کے عوام نے جس خلوص اور ایمانداری کا مظاہرہ کیا اس کا ذکر کرنے میں تاریخ دان مجبور ہے۔ فرض کریں کہ اگر آج ہمارے ملک میں یا کسی اور ترقی پذیر ملک میں لائبریریوں سے کتابیں منتشر ہو جائیں تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کتنے لوگ انہیں سنبھال کر رکھیں گے اور پھر جب دوبارہ طلب کرنے کا اعلان ہو تو کیا وہ تمام کتب عوام دوبارہ واپس کر دیں گے؟ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ پنساری ان کتابوں کے اوراق کو چورن کی پڑیاں بنانے میں استعمال کر ڈالیں۔

مارٹن لوتھر کا جرمن عوام کے نام کھلا خط

جرمنی اور شمالی یورپ کے ممالک میں بھی عیسائی راہبوں کے کتب خانوں کی تباہی و بربادی ہوئی۔ لائبریریوں کی تعمیر نو کے لیڈر مارٹن لوتھر ذاتی طور پر لائبریریوں کی اہمیت پر یقین رکھتے تھے۔ مارٹن لوتھر نے ۱۵۲۴ء میں ایک کھلا خط جرمن عوام کے نام لکھا جس میں لائبریریوں کی تعمیر نو کے لئے پر زور اپیل کی گئی اور یہ بات زور دے کر کہی گئی کہ لائبریریوں کی تعمیر نو میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے خواہ اس کے لئے کتنا ہی پیسہ کیوں نہ خرچ کرنا پڑے اور کتنی ہی صعوبتیں کیوں نہ برداشت کرنی پڑیں۔ چنانچہ اس اپیل کے نتیجہ میں جرمن عوام نے حب الوطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس اپیل کا پرجوش خیر مقدم کیا اور ہمبرگ میں ۱۵۲۹ء اور آکسبرگ میں ۱۵۳۷ء میں جامع لائبریریوں کا قیام عمل میں آیا جو آج تک موجود ہی نہیں بلکہ عوام کو ہر قسم کی سہولت فراہم کر رہی ہیں۔ جرمنی کی لائبریریوں کو تیس سالہ جنگ کے نتیجہ میں ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ یونورسٹی آف ہائیڈل برگ کی مشہور لائبریری جو کہ ۱۳۸۶ء میں قائم ہوئی تھی کو جنگی تاوان کے طور پر میکضی ملن نے حاصل کیا اور پھر یہ کتابیں آپسالہ سویڈن کی لائبریری کا حصہ بن گئیں۔ فرانس، اٹلی، آسٹریا اور جنوبی جرمنی جہاں کیتھولک عقیدہ کو کوئی آنچ نہیں آئی اور قدیم لائبریریاں نقصان سے محفوظ رہیں ان میں جدید تقاضوں کے مطابق وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ کر کے انہیں تعلیمی فروغ کا ذریعہ بنایا گیا اور یہ کام ایک مسیحی سوسائٹی The Society for Jesus نے سرانجام دیا۔

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں

(حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے قلم سے)

غلبہ اسلام کی زبردست تمنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا ایک اور خاص پہلو یہ ہے کہ آپ غلبہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کے اظہار کے لئے ازبس بے تاب تھے۔ اگر کوئی شخص غور کے ساتھ آپ کی تحریروں یا تقریروں پر غور کرے تو مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھ کر آپ کے دل میں بے حد درد اور کرب تھا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ خدا جانے کتنی ہی راتیں اس غم میں آپ نے آستانہ الٰہی پر روتے ہوئے گزار دیں۔ اور کتنے ہی دنوں کو آہ و زاری میں تیر کر دیا۔

یہ باتیں ایسی نہیں کہ اس کے دلائل کی ضرورت ہو۔ اس لئے یہ واقعات ہیں اور حقائق ہیں۔ آپ کی کسی تحریر کو اٹھالو اور اس کے چند صفحے پڑھ جاؤ آپ غم دین میں بے قرار اور مضطرب نظر آتے ہیں اور اس اندھی دنیا کو دیکھو کہ باوجود اس دلسوزی اور ہمدردی کے پھر اس محسن کو نعوذباللہ بے دین اور کافر کہتی رہی اور ابھی تک وہ جن کی روحانی بصیرت کی آنکھ پھوٹ چکی ہے یہی کہتے ہیں۔ ایک موقع پر ایسے ہی لوگوں کی نسبت آپ نے فرمایا۔

جانم گداخت از غم ایمانت اے عزیز
ویں طرفہ ترکہ من بہ گمان تو کافرم
یو کفتنم زنوع عبادت شہر دہ اند
در چشم شان پلید تر از ہر مز درم

باوجود اس کے آپ کی رحمت کو دیکھئے کہ آپ دل کو کیوں کر تسلی دیتے ہیں اور ان تمام جذبات انتقام و غضب کو اپنے محبوب و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کافر کند کہ دعویٰ حب پیغمبرم

دشمن کی جذبات آفریں مخالفت کو دیکھ کر ایک بڑے منکسرالمزاج کو بھی جوش آسکتا ہے۔ لیکن خدا کا برگزیدہ مسیح موعودؑ جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے مسح کیا ہے۔ اور جس کے دل سے ہر قسم کا کینہ اور غضب کو دور کر دیا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایسا سرشار اور مست ہے کہ مدعیان محبت حضور کی گالیوں اور ہر قسم کی ایذارسانیوں پر بھی اپنے دل کو خطاب کرتا ہے کہ یہ لوگ حضور کی محبت کے مدعی ہیں اس لئے تو بھی در گزر کر۔ عفو و رحم کی یہ مثال تلاش کرو تو تمہیں اسی وجود میں ملیگی۔

ذوق مضمون دوسری طرف لے جانا چاہتا ہے مگر مجھے صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی اس خصوصیت کو بیان کرنا ہے جو آپ کی دعاؤں میں غلبہ اسلام کے لئے جوش اور انتہائی تمنا پائی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے آپ آستانہ الٰہی پر اس قدر چلاتے اور گریہ و بکا کرتے ہیں کہ اس سے عرش عظیم پر بھی ایک لرزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت پر وحی ہوئی۔

دلم مے بلرزد چو یاد آورم
مناجات شوریدہ اندر حرم

آپ کی یہ آہ و زاری بعض اوقات اس حد تک پہنچ جاتی تھی کہ تاریکی کے فرزند اسے نہ سن سکتے تھے۔

بقیہ صہ ۱۴ کالم ۲

Kenssy
Fried Chicken
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE
ATLAS TRAVEL
061 795 3656
493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

خطبہ جمعہ

کسی پہلو سے ریس ازم کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ جرمنی میں اس کے خلاف عظیم الشان جہاد کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا جہاد جو اعلیٰ اخلاق کے ہتھیاروں سے آراستہ ہو

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۶ مئی ۱۹۹۴ء مطابق ۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ ہجری قمری / ۶ ہجرت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۲﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۳﴾

(سورۃ الحجرات۔ آیت ۱۲، ۱۳)

آج دنیا کے مختلف ممالک میں جو بعض اہم اجتماعات ہو رہے ہیں ان کے سلسلے میں سب سے پہلے صوبہ سرحد کی طرف سے درخواست آئی ہے کہ ان کا سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ کا جمعرات سے شروع ہے اور آج جمعے کے دن جاری رہ کر شام کو اختتام پذیر ہوگا اور اب وہاں غالباً اختتام کے لمحے ہوں گے، شام ہو چکی ہوگی۔ جماعت احمدیہ جرمنی کی مجلس شوریٰ آج ۶ مئی بروز جمعۃ المبارک شروع ہو رہی ہے۔

اور اس سے پہلے کچھ اجتماعات تھے جن کی اطلاع وقت پر نہیں مل سکی ان کی بھی خواہش ہے کہ ان کا نام دعا کی خاطر لے دیا جائے۔ ایک خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ ضلع میرپور خاص (سندھ) کا اجتماع تھا جو ۲۸ اور ۲۹ اپریل دو دن جاری رہا اور ایک خدام الاحمدیہ کراچی کا اجتماع تھا جو یکم مئی کو شروع ہوا۔ اسی طرح مسجد احمدیہ چٹاگانگ کی تعمیر کا آغاز ہوا ہے ان کی خواہش ہے کہ تمام دنیا کے احباب جماعت کو ان کے لئے دعا کی خصوصی درخواست کی جائے۔

جہاں تک مجلس شوریٰ جرمنی کا تعلق ہے آج کے خطبے میں خصوصاً ان کو موضوع بنا رہا ہوں اور ان کی وساطت سے سب دنیا کو وہی نصیحتیں ہیں خصوصاً اس لئے کہ امیر صاحب جرمنی نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ جہاں جرمنی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت تیزی سے نشوونما پا رہی ہے وہاں تربیتی مسائل بھی بہت درپیش ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ اس جمعے میں مجلس شوریٰ کو تربیتی مسائل پر نصیحت کریں تاکہ ہم نئی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآ ہو سکیں۔ یعنی جو ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوئی ہیں ان کو عمدگی کے ساتھ جیسا کہ حق ہے ادا کر سکیں۔ مجلس شوریٰ کے ذکر میں جو باتیں میں پہلے کہہ چکا ہوں اور گزشتہ سے پیوستہ خطبے میں میں نے نصیحتیں کی تھیں وہ تو سب کے لئے قدر مشترک ہیں ان کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے مگر جرمنی کے مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند باتیں میں عرض کروں گا۔ جرمنی کی جماعت یورپ میں وہ جماعت ہے جو بڑی تیزی سے مختلف اقوام میں پھیل رہی ہے اور اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا مزاج پاکستانی ہے کیونکہ ہزاروں کی تعداد میں یورپین اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اور اس کے علاوہ افریقن اور بعض دوسری قومیں بھی مثلاً ترک اقوام، عرب، بنگالی یہ سارے ہر سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں دلچسپی لیتے چلے جاتے ہیں اور دلچسپیوں میں بڑھتے جا رہے ہیں اور ہر سال خدا کے فضل سے کافی تعداد ان میں سے احمدیت قبول کر رہی ہے۔ پس یہ جو مختلف اقوام کے اکٹھا ہونے کے نتیجے میں مسائل پیدا ہوتے ہیں ان پر روشنی ڈالنے کے لئے اور ان کا حل آپ کے سامنے رکھنے کے لئے میں نے ان آیات کی تلاوت کی ہے جو سورہ الحجرات سے آیات بارہ اور تیرہ سے اخذ کی گئی تھیں۔

ضمناً یہ بھی بتا دوں کہ اس وقت جو مجلس شوریٰ جرمنی میں ہو رہی ہے اس میں تمام Nationalities کے لوگ بطور نمائندہ شامل ہیں۔ جرمن، پاکستانی، بوزنین، ترک، عرب، بنگالی اور متعدد افریقن ممالک کے نمائندگان باقاعدہ بحیثیت نمائندہ شامل ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے مشرقی یورپ کی بعض اور قوموں کو بھی شامل کیا ہے کہ نہیں مگر البانین بھی وہاں سینکڑوں کی تعداد میں اب خدا کے فضل سے جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اس لئے بعید نہیں کہ البانین نمائندے بھی ان میں ہوں اور اگر نہیں تو اب ان کو شامل کر لینا چاہئے۔ اسی طرح رومانیہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت جرمنی کو توفیق ملی ہے کہ مستقل بنیادوں پر وہاں جماعت کا قیام کر لے۔ رومانین احمدی بھی جرمنی میں موجود ہیں۔ کوشش کرنی چاہئے کہ مجلس شوریٰ میں زیادہ سے زیادہ اقوام کی نمائندگی ہو اور یہ ان کی تربیت کے لئے ایک بہترین موقعہ ہے۔ پس پہلی نصیحت تو یہی ہے کہ مجلس شوریٰ کا دائرہ قوموں کے لحاظ سے بڑھائیں اور وسیع تر کریں اور مجلس شوریٰ میں ان کو اسلامی طرز مشاورت کا سلیقہ عطا کریں ان کو وہ اسلوب سکھائیں کہ اسلام کے نقطہ نگاہ سے مشورہ کیسے کہا جاتا ہے اور کن شرائط کے ساتھ مشورہ دینا چاہئے اور کن شرائط کے ساتھ ان آداب کی پابندی کرنی چاہئے جو اسلامی آداب ہیں اور مشورہ قبول کس طرح ہوتا ہے اس سلسلے میں بھی اسلام مجلس شوریٰ کے موضوع پر ہر پہلو سے روشنی ڈالتا ہے یعنی اس کا ہر انداز دوسری دنیا کی قوموں کے انداز سے مختلف ہے قبول کرنے کا انداز بھی مختلف ہے۔ پس اس پہلو سے ان قوموں کو مجلس شوریٰ کی اہمیت اور اس کے اسلامی آداب سکھانے کا یہ ایک بہترین موقع ہے۔ مگر غالباً امیر صاحب کے پیش نظر کچھ روزمرہ کے تربیتی مسائل ہیں جو مختلف سمتوں سے اٹھتے ہیں اور امیر صاحب کو تنگ کرتے رہتے ہیں اس لئے میں ان امور کی روشنی میں جو مجھ تک خطوں کے ذریعے پہنچتے ہیں بعض نصیحتیں کرنی چاہتا ہوں اور مجلس شوریٰ کے نمائندگان کو چاہئے کہ ان کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر کے اپنے قلب میں جگہ دے کر، وہاں بٹھا کر پھر واپس اپنی اپنی جگہوں کو لوٹیں اور وہاں جا کر ان امور میں تربیت کی کوشش کریں۔

پہلی بات تو قرآن کریم کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ

کہ دیکھو کوئی قوم کسی دوسری قوم سے تمسخر نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر نکلیں یا بہتر ہو جائیں۔ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ میں دونوں مضمون ہیں یعنی ایک پہلو یہ ہے کہ تمہیں کیا پتہ کہ وہ تم سے بہتر ہوں اور بعید نہیں کہ وہ تم سے بہتر ہوں کم سے کم اس برائی میں تو ملوث نہیں جسے تم ریس ازم کہتے ہو اور قومی بنیاد پر کسی اور کو تحقیر سے نہیں دیکھ رہے۔ دوسرے یہ کہ ایسے لوگ جو آج نیچے ہیں کل خدا تعالیٰ کی تقدیر ان کو اوپر بھی لے آیا کرتی ہے اور ہمیشہ قومیں ایک حال پر نہیں رہا کرتیں، اس لئے فرمایا کہ تم یہ نہ کرنا کہ قومی برتری کے خیال سے دوسروں کو تحقیر سے دیکھنا۔ پاکستانی بھی وہاں بہت کثرت سے ہیں اور بعض دفعہ پاکستانیوں کا طرز عمل بھی ایسا ہوتا ہے جس سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں اپنے سے کم تر دیکھ رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں بھی ردعمل پیدا ہو جاتے ہیں۔ باہر کی قوموں میں یہ قومی برتری کا تصور نسبتاً سادہ ہے اگرچہ سخت ہے سادہ اس پہلو سے کہ سفید قوموں کو سفید قوموں کی برتری کا خیال ہے اور پھر بعض علاقوں میں یہ برتری کا خیال جرمن برتری یا فرنچ برتری یا انگلش برتری میں بھی تبدیل ہو جاتا ہے مگر ہمارے ہاں بدنصیبی سے قومی برتری کے خیالات یا توہمات فرقہ فرقہ اتنے بٹے ہوئے ہیں کہ ذات پات کی تمیز، قوموں کی تمیز یہ اتنی جڑیں پکڑ چکی ہے اور پھر مذہبی بنیادوں پر بھی ایسی باتیں ہیں جن کا ہندوستان کے معاشرے پر ہمیشہ بہت برا اثر پڑا ہے مثلاً

ایک زمانہ تھا جبکہ تحریک پاکستان چل رہی تھی اس زمانے میں ہندوؤں کے اوپر تمسخر اور مذاق کہ لالہ قوم ہے اس نے کیا کرنا ہے ان کو پتہ ہی نہیں لڑائی کیا ہوتی ہے اور پھر ان کے ہاتھوں اتنی مار کھائی اور ایسی ذلت اٹھائی کہ انسان اس کے تصور سے بھی شرم کے مارے سر جھکا لیتا ہے۔ یہی حال بنگلہ دیش میں اس وقت ہوا جبکہ ہندوستان کی فوجوں نے پاکستان کی ان فوجوں کو جو بنگلہ دیش میں تھیں مگر ہردلعزیز نہیں تھیں بنگلہ دیش کی مدد سے ذلت آمیز شکست پہنچائی اور اس سے پہلے ان کے نعرے بڑے بڑے بلند تھے یہ کیا حیثیت رکھتے ہیں ہم ان کو یوں کچل دیں گے بنگالی کیا چیز ہے اسی بنگالی نے پھر اس ذلت کے ساتھ ان کو اٹھا کر اپنے ملک سے باہر پھینکا ہے کہ آج تک پاکستان کا نام قابل فخر نہیں بلکہ قابل شرم بنا ہوا ہے اور اگر کوئی شخص آج بھی پاکستان کی بات کرتا ہوا، اس کی تائید کرتا ہوا وہاں ملے گا تو ساری قوم اس سے نفرت کا سلوک کرتی ہے اس لئے کہ نفرتیں نفرتوں کے بچے دیا کرتی ہیں جن قوموں کی تذلیل کی جائے پھر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ بالا دستی اختیار کرتی ہیں اور پھر وہ نفرتیں یونہی مرمٹ نہیں جاتیں بلکہ اور نفرتوں کے بچے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

پس قومی تفاخر ہو یا ذات پات کا تفاخر ہو کہانیاں بنائی ہوئی ہیں لوگوں نے کہ کوئی میراثیوں کی، کوئی جولاہوں کی اور واقعہ یہ ہے کہ وہ قومیں جو میراثیوں اور جولاہوں پہ ہنستی تھیں ان میں وہی تصور جس پر وہ ہنسا کرتی تھیں اس تصور کو لئے ہوئے بڑے جولاہے اور بڑے میراثی پیدا ہوئے ہیں اور کشمیریوں پر ہنسا کرتے تھے دیکھو وہ کس بہادری سے کتنا عظیم جہاد کر رہے ہیں اگرچہ اسے اسلامی نقطہ نگاہ سے سو فیصدی جہاد قرار دینا یہ ایک الگ مسئلہ ہے مگر ایک مظلوم قوم ہے جو اپنی آزادی کے لئے اس وقت سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہے ہندوستان کی حکومت چاہے پسند کرے یا نہ کرے یہ درست ہے اور یہ کہنے میں مجھے کوئی باق نہیں کہ باوجود اس کے کہ ہندوستان کے دورے پر جب میں گیا تھا اور ان کو مشورے دیئے تھے کہ تم ایسے تشدد کی راہ اختیار نہ کرنا یہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تمہیں سمجھوتے کرنے چاہئیں سیاسی سطح پر اتر کے ان باتوں کو سلجھانا چاہئے ورنہ دونوں ملکوں کا بڑا نقصان ہو گا اور کشمیر مفت میں تم دونوں کی آپس کی رقابت کی چکی میں پیسا جائے گا وہی ہو رہا ہے مگر جہاں تک کشمیری قوم کا تعلق ہے اس نے

جہاں تک بوزنین کا تعلق ہے ہمارا ان سے اس وقت جو محبت کا رشتہ ہے وہ ان کی مظلومیت کے نتیجے میں طبعی طور پر پیدا ہوا ہے اور ہم سچے دل سے بھائیوں کی طرح ان کو اپناتے ہیں، ان سے پیار کرتے ہیں اور اس میں احمدی غیر احمدی کا کوئی فرق نہیں ہے

ثابت کر دکھایا ہے کہ جو ان کو بزدل کہا کرتا تھا جھوٹ بولتا تھا بڑی بہادر اور نڈر قوم ہے ایسی عظیم قربانیاں اتنا مسلسل دیتے چلے جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے مجھے تو کشمیر کی حالت دیکھ کر الجیریا یاد آتا ہے چنانچہ میں نے ایک دفعہ ایک ہندوستانی لیڈر کو جو ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے ان سے کہا تھا کہ دیکھو ڈیگال بننا پڑے گا آخر تمہیں۔ ڈیگال جیسا زبردست جرنیل اور پھر بعد میں ویسا زبردست سیاستدان بھی فرانس میں کم پیدا ہوا ہے لیکن اپنی بڑائی کے باوجود، اپنے سب تکبر کے باوجود، اپنی سب فراست کے باوجود، جنگی میدان میں معاملہ فہمی اور داؤ پیچ سمجھنے کے باوجود آخر اسے شکست تسلیم کرنی پڑی۔ پس ہندوستان کو بھی میں مشورہ دیتا ہوں کہ ظلم و ستم کی کھیل پنپا نہیں کرتی۔ کشمیر کو دوست کے طور پر چھوڑو تو بہتر ہے شدید ترین دشمن بنا کے نہ چھوڑنا۔ ورنہ جن مقاصد کی خاطر تم ہندوستان کو ایک رکھنے کے لئے اور ایک یونٹ، ایک اکائی بنائے رکھنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہو ان کو شدید نقصان پہنچے گا مگر بہرحال ہماری تو ایک عاجزانہ حیثیت ہے۔ ہم مشورہ دیتے ہیں نیکی اور سچائی کے ساتھ یہ قوموں کا کام ہے قبول کریں نہ کریں اگر قبول کریں گے تو ان کو فائدہ ہو گا اگر قبول نہیں کریں گے تو نقصان ہو گا یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے وہ تبدیل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ مشورہ جو تقویٰ پر مبنی ہو اور تقویٰ اللہ کا نور ہے اس مشورے کی مخالفت کرنے والا خود اپنا نقصان اٹھاتا ہے، خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

تو میں مثال دے رہا تھا کہ دیکھو قوموں کے اوپر خواہ مخواہ تمسخر کرنے کے نتیجے میں جو لوگوں کو بےوقوف سمجھا کرتے تھے وہ خود بےوقوف بن گئے۔ جو لوگوں کو بزدل سمجھا کرتے تھے انہوں نے ان کو ایسی ذلت ناک شکستیں دیں کہ آج بھی ان کے تصور سے ان لوگوں کے سر جھکتے ہیں۔ پس یہ جھوٹے اور غلط خیالات ہیں۔ یہی وہ خیالات ہیں جنہوں نے یورپ میں آج پھر سر اٹھانا شروع کیا ہے اور ریس ازم کا تصور پھر مضبوط ہوتا چلا جا رہا ہے۔ احمدیوں کو خصوصاً جرمنی میں اس کے خلاف عظیم الشان جہاد کرنے کی ضرورت ہے ایسا جہاد جو اعلیٰ اخلاق کے ہتھیاروں سے آراستہ ہو اور حسن خلق کی تلوار سے آپ دلوں کو فتح کرنے والے بنیں۔ جب بھی آپ Racist کے ساتھ مقابلہ کریں گے اگر اس مقابلے میں انہی کے ہتھیار آپ اٹھائیں گے تو آپ کو ضرور مار پڑے گی اور لازماً نقصان ہو گا کیونکہ ریس ازم ان جگہوں پر پنپتا ہے جہاں اس ریس کی طاقت پہلے ہی سے بڑی ہوتی ہے ورنہ وہ دوسری قسم کے فسادوں میں تبدیل ہو جاتا ہے یعنی بغض کا جذبہ ریس ازم نہیں بنتا۔ ریس ازم کا گہرا تعلق عددی اور دوسرے غلبے سے ہے جہاں غلبہ ہو اور یقین ہو کہ ہم طاقتور ہیں اور بزور ہم کسی چھوٹی سی اقلیت کو مٹا سکتے ہیں وہاں اگر اقتصادی لحاظ سے وہ اقلیت کوئی چیلنج بن جائے یا بعض دوسرے پہلوؤں سے اسے کچھ برتری حاصل ہو تو اس کے رد عمل میں ریس ازم پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ بڑے زور کے ساتھ سر اٹھاتا ہے اور بعض دفعہ وہ ایک جنگ کا ایسا طوفان بن جاتا ہے جو سارے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے پس ریس ازم کو اٹھنے نہ دیں یہ بہت ہی مہلک بیماری ہے اور اس کا بہت شدید نقصان پہنچے گا اور اسلام کی راہ میں بھی یہ زہر یا یوں کہنا چاہئے کہ یہ ایک شیطانی

مصنوعی محبت کبھی دل نہیں جیتا کرتی۔ محبت وہی دل جیتتی ہے جو دل سے نکلے

روک ہے جو اسلام کے رستے روکے گی جہاں ریس ازم ہو وہاں اعلیٰ اقدار کے پھیلنے کا کوئی سوال باقی نہیں رہا کرتا۔ وہاں مقابلے اور جہت کے شروع ہو جاتے ہیں وہاں پولورائزیشن یعنی دو سمتوں میں بعض قوتوں کا مرکوز ہو جانا ایسے خطوط پر ہوتا ہے کہ ان خطوط میں پھر مذہبی اقدار کو داخل ہونے کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ پس ہر پہلو سے یہ ایک نہائت ہی خطرناک مرض ہے۔

ایک پہلو سے تو مختلف قوموں کا جرمنی میں اسلام میں داخل ہونا اور احمدیت میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان ہے ویسے تو اللہ کا احسان ہی احسان ہے مگر اس پہلو سے بھی خاص احسان ہے کہ اس سے پہلے جو یہ خطرہ تھا کہ وہاں پاکستانی اور غیر پاکستانی کی پولورائزیشن" ہو جائے گی اور اس کا مجھے ڈر تھا اور ہمیشہ اس بارے میں میں مجلس عاملہ کو بھی، دوسروں کو بھی نصیحت کرتا رہا وہ خطرہ اب ختم ہو چکا ہے۔ ٹلا نہیں بلکہ مٹ چکا ہے کیونکہ اب پاکستانی مختلف قوموں میں سے ایک قوم ہے اور جرمن بھی مختلف قوموں میں سے ایک قوم ہیں، افریقن بھی مختلف قوموں میں سے ایک قوم ہیں۔ مجھے یاد ہے جب پچھلے سالانہ جلسے پر امیر صاحب نے مجھ سے تعارف کروایا کہ اتنے افریقن ہوئے ہیں اور اتنے فلاں قوموں کے احمدی ہوئے ہیں تو ان کے چہرے پر خاص طور پر بشاشت تھی اور بےاختیار ان کے منہ سے نکلا کہ اب اللہ کے فضل سے وہ خطرہ ٹل گیا کہ فلاں پاکستانی ہے اور فلاں جرمن ہے اور ان کے آنے سے جرمنوں کی بھی بڑی تربیت ہوئی ہے تو بالکل درست بات انہوں نے کہی تھی اور جوں جوں اللہ کے فضل کے ساتھ مختلف قومیں جرمنی میں احمدیت میں داخل ہو رہی ہیں۔ احمدیت کے اندر دو "پولز" کے آپس میں متصادم ہو جانے کا خطرہ یہ اور زیادہ بعید ہوتا چلا جا رہا ہے مگر یہ حالات کے نتیجے میں ہے اور حالات اتفاقی ہوا کرتے ہیں۔ میں جس پہلو سے آپ کو متوجہ کر رہا ہوں وہ حالات سے بالا، حالات سے الگ، اس گہری قرآنی تعلیم کے تعلق میں بات کر رہا ہوں کہ حالات خواہ کیسے بھی ہوں احمدیت میں "ریس ازم" کے جڑ پکڑنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے اور اس کی بنا اسلام کی تعلیم ہو۔ اس کی بنا اللہ تعالیٰ کی وہ نصیحتیں ہوں جو قرآن کریم میں بڑی شان اور قوت کے ساتھ فرمائی گئی ہیں۔ پس ایک نصیحت پکڑ لیں خواہ آپ کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑے جس میں آپ کے اندر ریس ازم ابھرے اور کسی مخالف گروہ سے خطرات درپیش ہوں اسلامی تعلیم پر اگر آپ عمل کرنے والے ہوں گے تو ریس ازم کو اپنی چوکھٹ کے قریب بھی نہیں آنے دیں گے یہ وہ زہر ہے جس کا روحانیت کے ساتھ ہمیشہ کا بیر ہے۔ بیک وقت ریس ازم اور روحانیت اکٹھے پل ہی نہیں سکتے جہاں ریس ازم آیا وہاں روحانیت اور اللہ تعالیٰ کی

SUPPLIERS OF FROZEN AND FRIED
MEAT SAMOSAS, VEGETABLE SAMOSAS,
CHICKEN SAMOSAS & LAMB BURGERS
PARTIES CATERED FOR
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD, LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882 - MOBILE: 0860 418 252

محبت ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتی ہے۔

پس کسی پہلو سے بھی ریس ازم کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ اس کا سایہ نہ پڑنے دیں اور اس ضمن میں بعض اعلیٰ اخلاقی قدروں کی ضرورت ہے محض مقابلے میں دلائل دینے کا کام نہیں، دلائل دینے کا موقع نہیں کیونکہ یہ وہ بیماری ہے جو دلائل سے سر نہیں ہوا کرتی، دلائل کے ذریعے اس بیماری کا ازالہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جتنا مرضی آپ زور لگا کے دیکھ لیں۔ جب جرمنی

کشمیری قوم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ جو ان کو بزدل کہا کرتا تھا جھوٹ بولتا تھا بڑی بہادر اور نڈر قوم ہے ایسی عظیم قربانیاں اتنا مسلسل دیتے چلے جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے

میں ریس ازم کے جذبات یہودیوں کے خلاف پرورش پانے لگے اور پھر وہ نازسی تحریک میں تبدیل ہوئے اس کے بعد آج تک ان کے کچھ اثرات باقی تھے اور جرمن قوم نے اپنی فراست کی وجہ سے ان خطرات کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور مختلف جرمن حکومتیں کوشش کرتی رہیں کہ دلائل کے ذریعے ان کا قلع قمع کریں اور مختلف طریق پر جرمن قوم کو سمجھاتی رہیں کہ اب ریس ازم کو قریب نہیں آنے دینا مگر جب حالات نے پلٹا کھایا ہے، جب برلن کی دیوار گری ہے تو بڑی تیزی کے ساتھ وہاں وہی خیالات دوبارہ ابھرنے شروع ہوئے ہیں پس ان کا عقل سے تعلق نہیں ہے ریس ازم کا جذبات سے تعلق ہے اور جذبات کی فتح عقل سے نہیں بلکہ اخلاق سے ہوتی ہے پس آپ کو اپنے اخلاق کو ترقی دینی ہوگی اور اخلاق کے ذریعے ریس ازم کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

ایک خوبی جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح داخل فرمائی ہے کہ گویا ہماری فطرت ثانیہ ہے کہ وہ لوگ جو نئے قوموں سے احمدیت میں داخل ہوتے ہیں ان کے لئے احمدی بے حد محبت رکھتا ہے اور اپنے دل میں فدائیت کا جذبہ پاتا ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ریس ازم کے مقابلے میں ان کو مزید طاقت عطا کرے گی پس وہ بھائی جو مختلف قوموں سے جماعت احمدیہ میں داخل ہو رہے ہیں ان سے غیر معمولی محبت کا سلوک کرتے چلے جائیں تاکہ ان کے اندر آپ کے لئے محبت کا جذبہ بڑھے، فدائیت کا جذبہ بڑھے، باہمی تعلقات کے رشتے، محبت اور پیار کے رشتے ہوں اور یہ رشتے جب تک قائم رہیں ریس ازم اس میں جگہ نہیں پاسکتا۔ بہت سے ایسے میرے ذاتی تجارب ہیں کہ بعض قوموں سے آنے والے احمدیوں میں جب میں نے ایسے آثار دیکھے اور ان سے پہلے سے بڑھ کر زیادہ پیار کا سلوک کیا تو رفتہ رفتہ ریس ازم کے تمام آثار ان کے دلوں سے مٹ گئے اور گویا جڑوں سے اکھڑ گئے اور اس کے آثار پھر ان کے چہروں سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جہاں پہلے ملاقاتوں کے بعد ایک چہرے پر تناؤ سا رہا کرتا تھا وہ سب تناؤ غائب۔ بے اختیار محبت، بے اختیار پیار، بے اختیار ہنسی، یہ چہروں سے کھیلنے لگتی ہے اور Racist جب کسی دوسرے سے ملتا ہے تو اس کے چہرے پر یہ تناؤ ضرور موجود ہوتا ہے۔ آپ لطیفہ بھی اس کو سنائیں وہ ہنس بھی پڑے تو اس میں بھی تناؤ رہے گا۔ آپ اچھی بات بھی کریں اور وہ قبول بھی کرلے پھر بھی تناؤ رہے گا۔ اور ذرا سی غلطی آپ سے ہو تو وہ تناؤ تیوری میں بدل جائے گا، غصے میں تبدیل ہو جائے گا اور وہ بڑی سخت ناقدانہ نظروں سے آپ کو دیکھے گا اور کڑی زبان سے آپ پر تبصرہ کرے گا۔ پس اس پہلو سے چہروں کے آثار سمجھا کریں جہاں بھی آپ کو ریس ازم دکھائی دے گا یہ ایسی چیز نہیں ہے جو چھپ سکے۔ نہ محبت چھپ سکتی ہے نہ نفرت چھپ سکتی ہے یہ دونوں ایسی بے اختیار کیفیتیں ہیں جن کو وقتی طور پر کوئی بڑی قابلیت سے دھوکہ دینے کی خاطر چھپالے گا تو ہمیشہ نہیں چھپ سکتیں کچھ دیر کے بعد ضرور سر اٹھائیں گی ضرور دکھائی دیں گی۔ پس مجلس شوریٰ میں اس بات پر غور کریں کہ کہاں کہاں ایسے بد آثار دکھائی دیتے ہیں یا یہ نہیں کہنا چاہئے تفصیل سے، یہ میں کہوں گا اس بات پر غور کریں کہ ہمیں کن اعلیٰ اخلاق سے پہلے سے بڑھ کر متصف ہونا چاہئے کن خدمتوں میں آگے سے زیادہ بڑھنا چاہئے۔ مواخات کے اور کون سے ذرائع اختیار کرنا چاہئے کہ جس کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کے اندر ریس ازم کے داخل ہونے کا کوئی سوال باقی نہ رہے۔ ہر دروازہ بند اور مقفل کر دیا جائے۔

اس پہلو سے مواخات کے ضمن میں میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ بوزنین کے ساتھ مواخات کر رہے ہیں یعنی جرمن احمدی اور اللہ کے فضل سے اس کے بڑے اچھے نتائج ظاہر ہو رہے ہیں مگر بوزنین کا جہاں تک تعلق ہے وہاں ریس ازم کا خطرہ نہیں وہاں مواخات کسی خطرے کو ٹالنے کے لئے نہیں بلکہ انصار مدینہ کی سنت میں ہے جنہوں نے مہاجروں سے مواخات کی تھی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ اس مواخات میں بھی ایک ضمنی فائدہ یہ ہوا کہ ریس ازم مٹ گیا ورنہ اس سے پہلے اہل مکہ اپنے آپ کو افضل سمجھا کرتے تھے مہاجر اس قوم سے تعلق رکھتے تھے جو قریش تھے اور مدینے والوں کو وہ ارائیں کہا کرتے تھے جیسے زمیندار کہتے ہیں یہ سبزی لگانے والے، سبزی کاشت کرنے والے لوگ ہیں اور اس جہالت کے نتیجے میں ان زمینداروں نے اپنی ساری عظمتیں کھو دیں۔ ارائیں پھر ان کی قوموں پر مسلط ہوئے۔ ان کی دولتوں پر قابض ہوئے، ان کی منڈیوں پر قبضہ کر لیا تو یہ محض جہالت کی باتیں ہیں اس زمانے میں بھی یہ باتیں کچھ نہ کچھ پائی جاتی تھیں اسی لئے آج تک ارائیں اپنے آپ کو مدینے والوں کی نسل میں سے کہتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم وہی لوگ ہیں جو مدینے سے تعلق رکھتے تھے جن کو انصار کا لقب دیا گیا تھا بہر حال یہ بھی ایک جوابی کاروائی ہے اپنی برتری کی۔ برتری تو اخلاق سے ہے۔ برتری تقویٰ سے ہے اس بات سے نہیں ہے کہ آپ مدینے والوں کی اولاد ہیں یا مکے والوں کی اولاد ہیں اس بات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خلف کہلانے کے مستحق ہیں کہ نہیں، محمد رسول اللہ کی اولاد ہیں کہ نہیں۔ پس یہ وہ ایک گر ہے جسے خوب سمجھ لینا چاہئے۔

جہاں تک بوزنین کا تعلق ہے ہمارا ان سے اس وقت جو محبت کا رشتہ ہے وہ ان کی مظلومیت کے نتیجے میں طبعی طور پر پیدا ہوا ہے اور ہم سچے دل سے بھائیوں کی طرح ان کو اپناتے ہیں، ان سے پیار کرتے ہیں اور اس میں احمدی غیر احمدی کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے جب میں نے مواخات کا اعلان کیا تھا تو ہرگز یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ احمدیوں سے صرف مواخات کرو اور اس کے نمونے کے طور پر میں نے جس خاندان سے مواخات کی وہ غیر احمدی ہے، ابھی تک غیر احمدی ہے، اور مواخات کے نتیجے میں ان کو احمدی بنانے کی میں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ لٹریچر دلاتا ہوں ان کو ہر موقع پر سمجھاتا ہوں۔ دل ان کے احمدیت کے ساتھ ہیں اور احمدیت کا پیار بڑھ رہا ہے لیکن مواخات احمدیت سے قطع نظر تھی اور اسی طرح رہنا چاہئے کیونکہ مظلوم قوم اور مسلمان قوم ہے یہاں مکے کی ہجرت کی ساری باتیں پوری طرح صادق نہیں آتیں وہاں سے جو بھی نکلا ہے مظلوم نکلا ہے اور مظلوموں کے ساتھ مواخات ہونی چاہئے۔ پس اپنے مواخات کے تعلقات میں جتنے بوزنین بھی آپ کے قرب وجوار میں رہتے ہیں آپ ان کو سنبھال سکتے ہیں۔ ان سب سے مواخات کے لئے آپ کو محبت کا ہاتھ بڑھانا چاہئے۔ بعض جگہ احمدیوں نے یہ غلطیاں کی ہیں کہ محبت کا ہاتھ بڑھانے سے پہلے تبلیغ شروع کی ہے اور یہ دستور کے خلاف ہے یہ عقل کے خلاف ہے حکمت کے خلاف ہے۔ تبلیغ تو ہوتی رہے گی سب دنیا میں ہم نے تبلیغ

مجلس شوریٰ کا دائرہ قوموں کے لحاظ سے بڑھائیں اور وسیع تر کریں اور مجلس شوریٰ میں ان کو اسلامی طرز مشاورت کا سلیقہ عطا کریں

کرنی ہے۔ بوزنین کو اس لئے نہیں کرنی اب یہ گرا پڑا ہے تو اس کو سنبھالو اٹھا لو آسانی سے قابو آجائے گا یہ ناجائز طریق ہے درست نہیں ہے اعلیٰ اخلاق کے خلاف ہے بوزنین کی ضرورت اس لئے پوری کرنی ہے کہ وہ مسلمان، مجروح، زخمی، بے یار و مددگار ہے اور ایسا مظلوم ہے کہ اس آج کی تاریخ میں، جو ہمارے قریب کے زمانے کی تاریخ ہے ایسی مظلومیت کسی اور قوم میں آپ کو دکھائی نہیں دے گی پس اس پہلو سے ان سے محبت کا سلوک رکھیں لیکن مواخات کو جہاں بوزنین میں غیر احمدیوں میں بڑھائیں وہاں دوسری قوموں میں بھی مواخات جاری کریں اور وہاں احمدیوں میں خصوصیت کے ساتھ۔ کیونکہ وہاں غیر مظلوم نہیں ہیں۔ احمدی سے اس لئے مواخات ضروری ہے کہ وہ مہاجر ہے اپنے معاشرے کو چھوڑ کر بے معاشرہ ہو گیا ہے ایک جگہ سے جڑ اکھڑی ہے اور دوسری جگہ جڑ پکڑنے کے لئے وہ ایک Soil کی، ایک زرخیز زمین کی تلاش میں ہے اور اس نے آپ کو وہ زمین سمجھا ہے پس اس پہلو سے ریس ازم کا مقابلہ کرنا ہو یا احمدیت کو ویسے تقویت دینی ہو ہر پہلو سے نہایت ہی ضروری ہے کہ نئے آنے والوں سے مواخات کریں اور ان میں رنگ و نسل کی تمیز نہ ہو۔ افریقن بھی ان میں سے اسی

M.A. AMINI TEXTILES
SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS
PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET, BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469
81/ 83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

طرح مواخات سے فیض یافتہ ہوں جس طرح جرمن قوم آپ کی مواخات سے فیض یافتہ ہو جس طرح مشرقی یورپ کے آنے والے البانین یا دوسری قوموں کے باشندے آپ کی مواخات سے فیض اٹھانے والے ہوں اس مواخات کے دائرے کو بڑھانا شروع کریں لیکن یاد رکھیں کہ مواخات کے دائرے کو آج کل کے زمانے میں بعینہ اسی طرح نافذ نہیں کیا جاسکتا جس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں مہاجرین کے ساتھ مواخات کی گئی تھی اس لئے مہاجرین کے ساتھ مواخات کا تصور سامنے رکھتے ہوئے بعض لوگ یا تو مواخات اپنے لئے ناممکن سمجھتے ہیں یا پھر حد سے زیادہ قربانی کرتے ہیں جو موقع اور محل کے لحاظ سے مناسب نہیں ہے۔ یہاں حالات مختلف ہیں یہ قومیں ایسی ہیں اور آج کی تہذیب ایسی ہے کہ یہاں بھائی بھی بھائی کا نہیں بن کے رہتا۔ بیٹا ماں کا نہیں۔ باپ بیٹی کا نہیں ایک گھر میں جوں جوں بچے بڑے ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے سے الگ ہوتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ کھانے کے بعد باپ اپنی اولاد کو بل بھی پیش کرتے ہیں کہ اس مہینے کا اتنا خرچ ہوا ہے تو تم دو اپنی کمائی سے۔ تو یہاں جہاں انسانیت کا معیار بگڑا ہے وہاں مواخات نسبتاً آسان ہو گئی ہے کیونکہ تھوڑی سی نیکی بھی مواخات کا رنگ اختیار کر جائے گی ان کے ساتھ ایسا سلوک کہ غیر ہوتے ہوئے اپنائیت کا سلوک ہو ضروری نہیں کہ اس سلوک میں آپ گھر آدھا بانٹ دیں اور جائیداد تقسیم کر دیں اور اپنی آمد میں خواہ آپ کا اپنا بھی گذارہ نہ چلے آپ ان کو حصے تقسیم کریں ہرگز یہ مراد نہیں ہے۔ موقع اور محل کے مطابق یہاں مواخات کا وہی تصور ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ وہ سوسائٹیاں جو آپس میں پھٹ چکی ہیں یا انسانی قدروں کی کمی ہے جس کی وجہ سے وہ رشتے جو انسان کو انسان کے ساتھ باندھتے ہیں وہ یا کٹ گئے ہیں یا مدھم اور کمزور پڑ چکے ہیں آپ غیر ہو کر جب کسی سے پیار اور محبت کا سلوک کرتے ہیں، اپناتے ہیں تو وہی اس کے لئے مواخات ہے۔

ریس ازم کا تصور پھر مضبوط ہوتا چلا جا رہا ہے۔ احمدیوں کو خصوصاً جرمنی میں اس کے خلاف عظیم الشان جہاد کرنے کی ضرورت ہے ایسا جہاد جو اعلیٰ اخلاق کے ہتھیاروں سے آراستہ ہو اور حسن خلق کی تلوار سے آپ دلوں کو فتح کرنے والے بنیں

بعض جگہ بعض احمدی اپنا دائرہ اثر بڑھانے میں اس لئے بہت کامیاب ہیں کہ ان کو عادت ہے کسی سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں آؤ ایک چائے کی پیالی میرے ساتھ پی لو۔ اب وہ شخص ان سے زیادہ اچھا کھانے پینے والا لیکن چائے کی پیالی کو اس لئے قبول نہیں کرتا کہ اس کو چائے کی پیالی کی احتیاج ہے بلکہ اسے تعجب ہوتا ہے کہ ہم تو بعض دفعہ دوست اکٹھے بیٹھ کر جب کسی ریسٹورنٹ میں جاتے ہیں تو اپنی اپنی جیب سے پیسے نکال کر دیتے ہیں اور یہ عجیب سا شخص ہے کہتا ہے کہ میرے ساتھ آکر چائے پی لو اور پھر بعض دفعہ وہ کہتے ہیں ہم تمہیں پاکستانی کھانا کھلائیں گے تو ایک اور تعجب دل میں پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے پاکستانی کھانا۔ چنانچہ وہ عموماً قبول کر لیتے ہیں اور ان کے لئے یہی مواخات ہے۔ جب ایک دفعہ گھر آجائے تو اہل خانہ کا ان سے حسن سلوک ان کے دل جیت لیتا ہے۔ پس تھوڑی قربانی سے مواخات کے بڑے پھل آپ کو مل سکتے ہیں۔ اور اس پہلو سے اپنے دائرہ مواخات کو بڑھانا ناممکن نہیں ہے اس کو وسیع کریں اور جتنی آپ کو توفیق ہے اس توفیق کی حد تک چھوٹی چھوٹی قربانیاں کریں پیار کا اظہار کریں مگر ایک بات یاد رکھیں کہ مصنوعی محبت کبھی دل نہیں جیتا کرتی۔ محبت وہی دل جیتتی ہے جو دل سے نکلے۔ پس بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے وہ چالاکی سے ہر دلعزیز بننے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسے آدمی میں نے کئی دیکھے ہیں پاکستان میں بھی ہوا کرتے تھے جگہ جگہ دعوتیں دیتے پھرتے ہیں آؤ اور مقاصد اور ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسے دوستوں کو بنا کے پھر لوٹتے بھی ہیں۔ ایسے لوگوں کی چالاکیاں انسان ذرا بھی فراست سے دیکھے تو نظر سے چھپ نہیں سکتیں اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کا کردار نمایاں ہو کر قوم کے سامنے بجائے عزت کے ایک ذلت کا نشان بن جاتا ہے۔

پس آپ نے اگر مواخات کرنی ہے تو اسلامی قدروں کے مطابق کرنی ہے اور اس سے جہاں ریس ازم کا مقابلہ ہو گا وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کے ساتھ احمدیت کی راہیں بھی ہموار ہوں گی اور آپ کی زندگی زیادہ بہتر انداز میں کٹے گی زیادہ پر لطف ہو جائے گی۔ پس قرآن کریم فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ کہ ہو سکتا ہے وہ تم سے بہتر ہو جائیں۔ دوسری بات اس میں یہ میں سمجھانی چاہتا ہوں کہ بسا اوقات مغرب میں جب تحقیر سے کسی کو دیکھا جاتا ہے تو ان کے متعلق جھوٹی باتیں کم بناتے ہیں جیسے ہمارے ملکوں میں عادت ہے کوئی حقیقی نقص پکڑتے ہیں اور اس نقص کی نشاندھی کر کے پھر اس کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ اس میں کم سے کم ہمارے لئے یہ نصیحت ضرور ہونی چاہئے کہ ہمیں ان برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو ہم میں موجود ہیں اور خصوصیت سے پاکستانی معاشرے میں احمدیت کے نقطہ نگاہ سے نہیں بلکہ ملکی نقطہ نگاہ سے کچھ ایسی خرابیاں ہیں جس کی جڑیں ملک ہندوستان میں پیوستہ ہیں یعنی وہ برصغیر جسے ہندوستان کہا جاتا تھا اس کی ملکی بیماریاں ہیں جو مختلف قوموں میں کم و بیش یکساں پائی جاتی ہیں۔ اس پہلو سے اگر پاکستانیوں نے اپنی برائیوں کو دور کر کے اس

ریس ازم کو اپنی چوکھٹ کے قریب بھی نہیں آنے دیں گے یہ وہ زہر ہے جس کا روحانیت کے ساتھ ہمیشہ کا بیر ہے۔ بیک وقت ریس ازم اور روحانیت اکٹھے پل ہی نہیں سکتے

خوشخبری کو پورا نہ کیا جو قرآن کریم نے دی ہے کہ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ تو پھر دوسروں کے ہاتھ میں ریس ازم کے لئے ایک جائز تلوار ضرور پکڑی رہے گی اور وہ ان برائیوں کا بہانہ بنا کر آپ کے خلاف نفرت کی تعلیم دیتے رہیں گے۔

پس جرمن قوم میں رہنے والے پاکستانیوں کے لئے ازبس ضروری ہے کہ وہ اپنی برائیوں کی نشاندھی کریں اور ان کو دور کرنے کی کوشش کریں اس ضمن میں مجلس شوریٰ کو باقاعدہ کھل کر پروگرام بنانا چاہئے کیونکہ وہ برائیاں معروف ہیں ہر کس و ناکس کو علم ہے کہ کیا کیا برائیاں ہیں اس ضمن میں میں نے ایک اصلاحی کمیٹی قائم کی تھی اور ملکی سطح پر تمام ملکوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ آپ اصلاحی کمیٹیاں قائم کریں اور بعض برائیوں کی نشاندھی کر کے پیشتر اس کے کہ وہ ناسور بن جائیں ان کی اصلاح کی کوشش کریں اور اپنے اخلاقی مریضوں کو شفا دینے کی کوشش کریں۔ بعض ملکوں نے اس نصیحت کو یاد رکھا اور ان کی ماہانہ رپورٹوں میں نہیں تو وقتاً فوقتاً سال میں ایسی رپورٹیں ملتی رہتی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ان باتوں پر نظر رکھ رہے ہیں۔ لیکن بعض ملک ان باتوں کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جرمنی میں جو اصلاحی کمیٹی ہے وہ کام کر رہی ہے اگرچہ اتنی فعال نہیں جتنی میں دیکھنا چاہتا تھا مجلس شوریٰ میں اس بات پر بھی غور کریں اتنا وقت تو آپ کے پاس نہیں ہو گا کہ تمام برائیوں کا تجزیہ کر کے ان نقائص کو دور کرنے کے لئے منصوبہ بنائیں مگر اپنی اصلاحی کمیٹی کے کام پر نظر رکھتے ہوئے اسے مضبوط اور فعال بنانے کے لئے ضرور آپ کچھ تدبیریں سوچ سکتے ہیں۔ اصلاحی کمیٹی کا جو میرا تصور تھا وہ بعینہ جرمنی کی اصلاحی کمیٹی میں موجود نہیں ہے۔ اصلاحی کمیٹی تو ہے لیکن اس وقت حرکت میں آتی ہے جب بیماری سر اٹھا چکی ہوتی ہے میں نے جو نصیحت کی تھی وہ یہ نہیں تھی بلکہ یہ تھی کہ اصلاحی کمیٹی صاحب فراست لوگوں پر اور گہری حس رکھنے والے لوگوں پر مشتمل ہونی چاہئے وہ برائیوں کو سونگھ کر پتہ کریں کہ کہاں کہاں برائیوں کی بو ہے اور نظر نہ بھی آئیں تو ان کی شامہ حس یعنی سونگھنے کی حس ان کو بتا دے کہ کہیں کوئی خطرہ موجود ہے پھر ان کو باقاعدہ بیماری بننے سے پہلے دور کریں۔ اگر آپ انتظار کرتے رہیں کہ کہیں فساد ہو جائیں، کہیں دنگے شروع ہو جائیں، کہیں کوئی قتل و غارت ہو جائے اور پھر اصلاحی کمیٹی حرکت میں آئے تو اصلاحی کمیٹی نہیں یہ تو پھر ایک پولیس کمیٹی بن جائے گی۔ اور میں نے جب پہلی دفعہ نصیحت کی تھی تو خوب کھول کے یہ فرق ظاہر کیا تھا اور امور عامہ کو بھی میں نے سمجھایا تھا کہ امور عامہ کو میں پولیس نہیں دیکھنا چاہتا۔ امور عامہ کو میں ایسا باشعور ادارہ دیکھنا چاہتا ہوں جو آئندہ پیش آنے والے خطرات کو بھانپ کر ان بیماریوں کی اصلاح کریں جو ابھی سر نہیں اٹھا سکیں اور ان بیماریوں کی اصلاح کریں جو وبا بھی بن سکتی ہیں۔ ان کا

DISTRIBUTORS OF PITTA BREAD
PLAIN AND FRUIT YOGURT
MANGOES & SEASONAL FRUIT
AND VEGETABLES
ZAHID KHAN
081 949 1044
IMMEDIATE DELIVERY
ANYWHERE IN LONDON
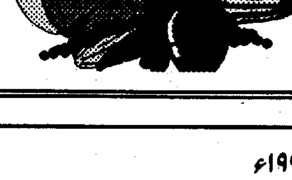

پیش خیمہ کریں یہ ہے اصل امور عامہ کا کام یعنی اور کاموں کے علاوہ ۔ تو اصلاحی کمیٹی انہی خطوط پر قائم ہونی چاہئے اور اگر جرمنی میں اصلاحی کمیٹی اس بات کو بھلا بیٹھی تھی جیسا کہ مجھ پر تاثر ہے تو مجلس شوریٰ اس بات پر غور کرے اور صرف ایک مرکزی اصلاحی کمیٹی نہیں بلکہ علاقائی اور بڑے شہروں میں، شہر کی سطح پر بھی ایسی باشعور اصلاحی کمیٹیاں قائم ہونی ضروری ہیں جو ہر قسم کی برائیوں پر اس طرح نظر رکھیں کہ ابھی برائیاں عام انسان کو دکھائی نہ دینے لگیں۔

پس وہ بھائی جو مختلف قوموں سے جماعت احمدیہ میں داخل ہو رہے ہیں ان سے غیر معمولی محبت کا سلوک کرتے چلے جائیں تاکہ ان کے اندر آپ کے لئے محبت کا جذبہ بڑھے، فدائیت کا جذبہ بڑھے، باہمی تعلقات کے رشتے، محبت اور پیار کے رشتے ہوں

دیکھیں جب پو پھوٹتی ہے تو بہت سے لوگ ہیں جن کو وہ پو دکھائی نہیں دیتی اور اس کے لئے گہری فراست کی نظر چاہئے جسے تجربہ ہو۔ اسی لئے پرانے زمانوں میں جبکہ روزہ شروع ہونے کا وقت معلوم کرنے کے لئے وہ ذرائع موجود نہیں تھے جو اب میسر ہیں اس زمانے میں مجھے یاد ہے کہ بعض لوگ اٹھ کے باہر نکل کر دیکھا کرتے تھے پو پھوٹی ہے کہ نہیں اور اس میں کوئی بچہ کہہ دیتا تھا پھوٹ گئی ہے کوئی کہتا تھا نہیں پھوٹی۔ یعنی ابھی ایسی درمیانی سی حالت ہوتی تھی پھر وہ لوگ جن کو تجربہ ہوتا تھا وہ کہتے تھے کہ نہیں پھوٹ گئی ہے پکی بات ہے اور اس پر پھر اذان ہو جاتی تھی یا کھانا بند ہوتا تھا تو بعض دفعہ قومی حالات میں جو پو پھوٹتی ہے وہ بیماریوں کی پو بھی پھوٹا کرتی ہے اور ضروری نہیں کہ روشن دن ہی طلوع ہو بعض دفعہ اندھیری راتیں بھی طلوع ہوتی ہیں یا شام کی شفق سے اگر تشبیہ دیں گے تو وہ بات پوری بنتی نہیں اس لئے میں نے عمداً صبح والی بات لی تھی تو پیشتر اس کے کہ وہ اندھیرا دن طلوع ہو جائے جس کے بعد آپ کی پیش نہیں جائے گی۔ آپ آثار سے معلوم کیا کریں کہ کون کون سی وبائیں پھیلنے والی ہیں، پھیل سکتی ہیں اور ان کے ازالے کے لئے جب آپ کو کوشش کرنی ہوگی تو پھر اکیلی اصلاحی کمیٹی کا کام نہیں ہے۔

اصلاحی کمیٹی کا کام ہے محسوس کرنا اور جماعت کو متنبہ کرنا مجلس عاملہ میں وہ باتیں پیش کرنا اور پھر مجلس عاملہ کو اپنی مجموعی حیثیت سے صرف ایک عہدیدار کو نہیں بعض دفعہ دو تین چار عہدیداروں کو متحرک کرنا ہوگا کہیں اصلاح وارشاد کے سیکرٹری کا بیچ میں عمل دخل ہو جائے گا کہیں آپ کو بعض صورتوں میں فنانس کی ضرورت ہوگی کچھ لٹریچر شائع کرنا ہے کہیں دورے کروانے ہوں گے مربیوں کے نظام کو حرکت میں لانا ہوگا غرضیکہ بہت سے امکانی حل ہیں جن کے لئے بعض دفعہ مجلس عاملہ میں غور ضروری ہوا کرتا ہے پس ایسے مسائل کو مجلس عاملہ میں رکھیں لیکن جہاں تک جرمنی میں اس وقت ظاہر ہونے والی بیماریوں کا تعلق ہے وہ بہت سی ایسی ہیں جو ہو چکی ہیں اور ہونے کے بعد بھی پوری نظر نہیں آرہیں اس لئے میں جو بات کر رہا ہوں وہ تو اوپر کی بات ہے یہ تو ضروری ہے آئندہ کے لئے مگر اس وقت جو صورت حال ہے جرمنی کی وہ یہ ہے کہ بہت سے پاکستانی اپنے ساتھ ایسی معاشرتی بیماریاں لے آئے یا اخلاقی بدیاں لے آئے جن کی وجہ سے جماعت کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے اور احمدیت کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے۔

جہاں تک غیر احمدیوں کا تعلق ہے وہ خود جو چاہیں کریں، جو چاہیں کرتے پھریں وہ سمجھتے ہیں کوئی حرج نہیں ہم تو مسلمان ہیں ہمیں تو فرق نہیں پڑتا لیکن جب احمدی کوئی بات کرے تو پھر مجھے طعنوں کے خط لکھتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جماعت احمدیہ ہے گویا کہ دل ان کا گواہی دیتا ہے کہ سب اچھی باتیں احمدیت ہی کے پاس ہونی چاہئیں اور سب بری باتوں کی چھٹی ان کو ملی ہوئی ہے اس لئے اپنے اندر اگر ہزار خرابی بھی دیکھیں گے تو یہ نہیں کہیں گے کہ یہ اسلام ہے ہم یہاں کیوں بیٹھے رہیں لیکن احمدیت میں ایک خرابی بھی دیکھیں گے تو یہ طعنوں کا خط لکھتے ہیں کہ اس کو آپ احمدیت کہتے ہیں؟ یہ احمدیت کی تعلیم ہے؟ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مصرعہ صادق آتا ہے

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

کہ دل ہمارے ساتھ ہیں اگرچہ منہ ہزار بک بک کریں دل ان کے جانتے ہیں کہ یہ اچھوں کی جماعت ہے اسے اچھا ہونا چاہئے اس سے اچھی توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ پس آپ مجھے کیوں طعنے دلواتے ہیں خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے اور جب غیروں کی طرف سے آواز آتی ہے تو مجھے اور بھی زیادہ اس بات کی تکلیف پہنچتی ہے کہ اپنوں نے کیوں مجھے بروقت اس بات میں متنبہ نہیں کیا میں فوری طور پر جواب طلبی کرتا ہوں امور عامہ کی، دوسروں کی، کہ عجیب بات ہے اول تو یہ بتائیں کہ بات سچی ہے کہ نہیں اگر یہ سچی ہے تو آپ کو پہلے دکھائی دینی چاہئے تھی آپ کی طرف سے میں دیکھتا یہ آپ نے کیوں انتظار کیا کہ غیر اٹھے اور مجھے طعنے دے اگرچہ اس طعنے کی اپنی ذات میں کوئی حقیقت ہو یا نہ ہو مگر یہ ایک زیادہ تکلیف دہ صورت بن جاتی ہے۔

پس اپنی معاشرتی برائیوں پر، اخلاقی برائیوں پر، مذہبی برائیوں پر، ملکی قانون کو توڑنے کے لحاظ سے جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں ان سب پر نظر رکھیں اور اس پہلو سے اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ احمدیت کو کوئی جائز طعنہ نہ مل سکے۔ جب آپ غیر احمدی مسلمانوں کی بات کرتے ہیں تو وہ تو طعنہ صرف اس وقت دیتے ہیں۔ میں نے جب بھی تحقیق کی ہے جب ان کا کوئی مفاد وابستہ ہو اور ان کو کسی احمدی سے کچھ نقصان پہنچا ہو یا پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ مگر جو دوسری قومیں ہیں مثلاً جرمن۔ وہ جب لکھتے ہیں تو وہ اسلامی نقطہ نگاہ سے لکھتے ہیں ہمیشہ ان کا موضوع یہ ہوتا ہے کہ ہم تو آپ کی جماعت کو اچھا سمجھ رہے تھے مگر ہم نے وہاں یہ یہ برائیاں دیکھیں اور اس کا براہ راست نقصان اسلام کو پہنچتا ہے اس لئے ان باتوں کو چھوٹا نہ سمجھیں اور ہر طرف ہر احمدی نگران ہو اور خصوصیت سے اصلاحی کمیٹیاں ان باتوں پر غور اور فکر کریں اور مستقل ان بیماریوں کو جڑ سے اکھیڑنے کے لئے کوشش کرتی رہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ تم ایک دوسرے پر طعن نہ کیا کرو۔ "اَنْفُسَکُمْ" اپنے آپ کو طعنے نہ دیا کرو۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ اور مختلف تمسخر والے نام یا تحقیر والے نام نہ رکھا کرو۔ بعض قوموں میں نام رکھنے کی عادت ہے اور اس لحاظ سے بھی دنیا کی تمام قوموں میں ہندوستانیوں کو برتری حاصل ہے اس میں کوئی دنیا کی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ تو فوراً کوئی بات ہو تو نام رکھ دیتے ہیں اور اکثر نام بگاڑے جاتے ہیں اس طرح۔ کسی کا کچھ نام رکھا ہوا ہے کسی کا کچھ نام رکھا ہوا ہے لیکن بعض نام پیار سے رکھے جاتے ہیں انہیں وہ القاب شمار نہیں کیا جا سکتا جن کا ذکر قرآن کریم فرما رہا ہے اب چھوٹے میاں ہیں۔ چھوٹو رام تھے ان کا تو شاید نام ہی یہی تھا مگر قد چھوٹا ہو تو اس کو چھوٹے میاں، منے میاں کہہ دیتے ہیں اور اس قسم کے نام پیار کے ہوتے ہیں اور وہ نام ان کو تکلیف نہیں دیتے۔ پس "ولا تنابزو بالالقاب" کی تعریف حقیقی طور پر یہی ہے کہ ایسا کوئی نام نہ رکھا کرو جس سے اس شخص کو تکلیف پہنچے۔ اگر اس تعریف کے سوا کوئی اور تعریف کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ درست ثابت نہیں ہوگی۔ پس تکلیف پہنچانے کی غرض سے کوئی نام نہیں رکھتے اور اگر کوئی نام تکلیف پہنچاتا ہے خواہ نیک نیتی سے رکھا ہو تو اس سے وہ ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اور توبہ کر لیتے ہیں۔ وہی نام دینے چاہئیں جن میں پیار کا اظہار ہو محبت کا اظہار ہو۔

اصلاحی کمیٹی صاحب فراست لوگوں پر اور گہری حس رکھنے والے لوگوں پر مشتمل ہونی چاہئے وہ برائیوں کو سونگھ کر پتہ کریں کہ کہاں کہاں برائیوں کی بو ہے اور نظر نہ بھی آئیں تو ان کی شامہ حس یعنی سونگھنے کی حس ان کو بتادے کہ کہیں کوئی خطرہ موجود ہے پھر ان کو باقاعدہ بیماری بننے سے پہلے دور کریں

وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ میں فرمایا اپنے آپ کو 'اَنْفُسَکُمْ' سے مراد ہے تم اپنے آپ کو۔ ظاہر ہوا کہ اسلامی تصور میں مسلمان بھائی بھائی ہیں اور اس حد تک بھائی بھائی ہیں کہ وہ اگر کسی بھائی کو نقصان پہنچاتے ہیں تو اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ تو اس انداز سے یہ نصیحت فرمادی کہ تم اگر کسی کو کوئی نقصان پہنچاؤ گے تو اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ گے اور اپنی سوسائٹی کو نقصان پہنچاؤ گے۔ اس میں دو پہلو ہیں اول یہ کہ 'اَنْفُسَکُمْ' کہہ کر اچانک ایک خوابیدہ بھائی چارے کے احساس کو جگا دیا گیا۔ فرمایا تم سمجھتے ہو تم دوسروں کو طعنہ دے رہے ہو تم تو اپنوں کو

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740

RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

طعنہ دے رہے ہو بڑے بےوقوف لوگ ہو۔ پھر یہ فرمایا کہ اپنے آپ کو اگر نقصان پہنچاؤ گے تو وہ ساری جماعت کو نقصان پہنچے گا اور ایسی جماعتیں پھر دنیا میں ترقی نہیں کرتیں ان کو بحیثیت جماعت نقصان پہنچ جاتا ہے۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ان باتوں کو فسوق فرمایا ہے۔ فرمایا جب تک تم ایمان نہیں لائے تھے ایسی باتیں کیا کرتے تھے وہ بھی بری تھیں لیکن ایمان لانے کے بعد پھر ایسی باتیں، یہ تمہیں زیب نہیں دیتیں۔ سجتی نہیں۔ پس یہ کہنا کہ جی ہمارا ملک ہی ایسا ہے وہاں سے ہم لوگ یہی برائیاں لے کے آئے ہیں اور سارے ہی ایسے ہیں اس آیت کے بعد یہ دلیل نہیں چل سکتی۔ فرماتا ہے **بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ** باقی ایمان تو نہیں لائے کہ ان سے توقعات بلند ہو جائیں۔ تم جو ایمان لے آئے ہو تم سے اور توقعات ہیں اس لئے سجتی نہیں ہے تم پر بات۔ "**بَعْدَ الْاِیْمَانِ**" ایسی باتیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ ایک عام انسان بھی کسی آدمی کو منہ پہ یہ کہے کہ دیکھو تم کون ہو ایسی باتیں تم پر سجتی نہیں تو اچانک اس کے دل میں ایک شرمندگی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور یہ طرز نصیحت ہے جو بڑی موثر ہے مگر جب اللہ فرمائے اور اپنے عاجز بندوں سے اس طرح پیار سے مخاطب ہو۔ جس میں ایک قسم کا شکوہ بھی ہے اور پیار بھی ہے کہ دیکھو ایمان لے آئے ہو۔ ایمان کے بعد ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی دل میں بڑھنی چاہئے اور جن باتوں سے خدا روکتا ہے غیر معمولی جذبے کے ساتھ ان سے رکنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن ساتھ فرمایا

وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہم تمہیں پیار سے سمجھا رہے ہیں باز آجاؤ اگر نہیں رکو گے تو پھر ظالم بنو گے اور ظالموں کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ کا سلوک بالکل معلوم اور معروف ہے ظالموں سے خدا محبت نہیں کیا کرتا۔ خدا سے نجات کے تعلق کے سب رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ ایک تو یہ مرتبہ ہے کہ تمہاری برائیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ تمہیں پیار سے سمجھا رہا ہے۔ اپنا اپنا کہہ کے بلا رہا ہے کہتا ہے تم ایمان والے ہو تمہیں یہ باتیں زیب نہیں دیتیں اور پھر فرماتا ہے کہ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ سمجھ جاؤ تو بہتر ہے ورنہ پھر تم ظالم ہو جاؤ گے پھر میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم میرے ہو اس لئے تمہیں زیب نہیں دیتیں۔ پھر تم سے وہی سلوک ہو گا جو ظالموں کی قوموں سے کیا جاتا ہے۔

> "ولا تنابزو بالالقاب" کی تعریف حقیقی طور پر یہی ہے کہ ایسا کوئی نام نہ رکھا کرو جس سے اس شخص کو تکلیف پہنچے۔ وہی نام دینے چاہئیں جن میں پیار کا اظہار ہو محبت کا اظہار ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

اس پر میں آج کے خطبے کو ختم کروں گا کیونکہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جو جرمنی میں کافی پائی جاتی ہے۔ بہت سی خرابیوں کی جڑ ظن ہے۔ الزام تراشی یہاں تک کہ بعض دفعہ ایسا بھی واقعہ ہوا ہے کہ ایک نسبتاً بڑے علاقے کا افسر ہے یعنی امیر ہے یا صدر ہے بڑے علاقے کا۔ ایک مقامی چھوٹی جماعت کا صدر ہے اور امیر کی طرف سے کوئی پکڑ ہوئی ہے چھوٹے عہدیدار کی تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی اصلاح کرتا اس نے کوئی چھ سال کی پرانی بات نکال لی اور اس کو شہرت دے دی کہ اس امیر نے یہ حرکت کی تھی۔ اب تعجب ہوا مجھے جب اطلاع ملی میں نے تحقیق کروائی میں نے کہا یہ کیسی جاہلانہ بات ہے اگر وہ ایسی بےہودہ بات تھی تو چھ سال پہلے کیوں باہر نہیں آئی۔ تو پتہ چلا کہ اول تو اس وقت بھی ظن ہی تھا اور ایسا ظن تھا جس کی اسلامی معاشرے میں بڑی سخت سزا دی جاتی ہے اور باہر اس لئے نہیں آئی کہ اس کے ساتھ تعلقات ٹھیک تھے اور غصے کی کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی۔ اب جبکہ بڑے عہدیدار نے چھوٹے عہدیدار کو پکڑا ہے تو انہوں نے کہا اچھا پھر یہ بات ہے تو پھر ایک پرانی بات میں نے سوچی ہوئی تھی کہ تم یہ کیا کرتے تھے اور میں سب کو بتاؤں گا اور بتانا شروع کر دیا۔ پھر تحقیق ہوئی تو مانا کہ ہاں میں نے بتایا ہے لیکن اس نے کہی تھی یا یہ حرکت کی تھی۔ کب کی تھی؟ چھ سال پہلے۔ تو چھ سال تک تم سوئے کیوں رہے اور ذمہ داری اس کی پتہ کس پر ڈالی؟ مجھ پر۔ کہتے تھے انہوں نے خطبے دیئے تھے کہ تقویٰ اختیار کرو میں نے تقویٰ اختیار کر لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اگر یہی تقویٰ کا پیغام آپ کو پہنچا ہے تو میری توبہ پھر اس تقویٰ سے۔ جہالت ہے یہ تو ایسا الزام ہے مجھ پر کہ اپنے جرم میں مجھے بھی آپ شامل کر رہے ہیں۔ وہ فعل اپنی ذات میں ایک نہایت مکروہ فعل ہے۔ ظن پر کسی پر الزام لگانا اور اسلام اس کے خلاف سختی کی تعلیم دیتا ہے۔ بڑی سخت سزا مقرر کی گئی ہے اور پھر چھ سال تک خاموش بیٹھا رہے انسان اور تقویٰ کی بات سن کر یہ گناہ کی بات یاد آجائے کہ یہ گناہ میں نے کرنا تھا میں کر نہیں سکا۔ ایسے آدمی کی تو جماعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ جماعت تو اپنا فیصلہ کرے گی لیکن میں جماعت جرمنی کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ پہلی بار نہیں ہے کہ ظن کے اوپر آپس میں اختلافات پھیلے ہوں اور افتراق پیدا ہوا ہو وہاں یہ بیماری عام ہے۔ ایک دوسرے کی ٹوہ لگاتے ہیں سوچتے ہیں کہ اس نے یہ کیا ہو گا اس کے بعد یا اس کو مشتہر کرنا شروع کر دیتے ہیں یا انتقام لینے کے لئے پلے باندھ کے بیٹھ جاتے ہیں۔ آج نہیں تو کل اللہ تعالیٰ ان کو ننگا کرے گا اور ان سے نظام جماعت بھی سختی سے سلوک کرے گا یعنی وہ سختی جو انتظامی سختی ہوا کرتی ہے۔ مگر میں جماعت جرمنی کو نصیحت کرتا ہوں وہ تقویٰ اختیار کریں استغفار سے کام لیں۔ اس طریق پر آپ کی اصلاح کے دروازے بند ہو جائیں گے اگر آپ ان بدیوں سے باز نہیں آئیں گے۔

> یہ بات خصوصیت کے ساتھ جماعت جرمنی کو مضبوطی سے پکڑ لینی چاہئے کہ اگر کسی بھائی کے پیچھے اس کی برائی ہو رہی ہے تو اس مجلس میں اٹھ کر اس کو کہا جائے یہ جائز نہیں ہے ہم یہ پسند نہیں کرتے۔ اگر وہ باز نہیں آتا تو اس مجلس سے اٹھ کے آجائیں اور کوشش کریں کہ معاشرے سے اس بدی کی بیخ کنی ہو جائے اس کا قلع قمع ہو جائے اس کی جڑیں اکھاڑ کے پھینک دی جائیں

بہرحال یہ چند نصیحتیں ہیں۔ **وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا** نصیحت ہے آخر پر جو بہت ہی اہمیت رکھتی ہے۔ فرمایا دراصل بعض برائیوں کی جڑھ اس بات میں ہے کہ تم ایک دوسرے کے خلاف ان کی پیٹھ پیچھے باتیں کرتے رہتے ہو۔ ان کو بدنام کرتے رہتے ہو اور اس میں لطف اٹھاتے ہو۔ فرمایا تمہیں علم نہیں ہے کہ یہ کیسی گندی اور ذلیل حرکت ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے تمہارا بھائی مرجائے تو مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے لگو۔ فرمایا **فَکَرِهْتُمُوْهُ** تم اس سے کراہت کرتے ہو اور **کَرِهْتُمُوْهُ** کا ایک مضمون یہ ہے کہ اب سن لیا نا تم کیسی کراہت کر رہے ہو لیکن روز مرہ یہی گوشت کھاتے ہو یہی گند کرتے ہو۔ تو یہ بات خصوصیت کے ساتھ جماعت جرمنی کو مضبوطی سے پکڑ لینی چاہئے کہ اگر کسی بھائی کے پیچھے اس کی برائی ہو رہی ہے تو اس مجلس میں اٹھ کر اس کو کہا جائے یہ جائز نہیں ہے ہم یہ پسند نہیں کرتے۔ اگر وہ باز نہیں آتا تو اس مجلس سے اٹھ کے آجائیں اور کوشش کریں کہ معاشرے سے اس بدی کی بیخ کنی ہو جائے اس کا قلع قمع ہو جائے اس کی جڑیں اکھاڑ کے پھینک دی جائیں۔ اور بھی بہت سی نصیحتیں تھیں جو کر سکتا تھا اس معاملے میں لیکن مجلس شوریٰ کو میں آخر پر یہی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ اور اس سے ملتی جلتی دوسری برائیاں جن پر آپ کی نظر ہے ان کو دور کرنے کے لئے خصوصیت سے پروگرام بنائیں اور ان پر عمل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتے رہیں۔ دعاؤں کے ساتھ کوشش کریں تاکہ ہم جو بڑی تیزی سے جرمنی میں خدا کے فضل کے ساتھ پھیل رہے ہیں ہم برائیاں لے کر دوسروں تک نہ پہنچیں بلکہ برائیاں دور کرنے والے بن کر ان تک پہنچیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

SCL

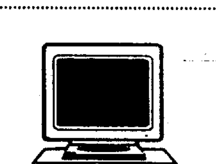

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

ساؤتھ افریقہ

ساڑھے تین سو سال پرانے جبر و استبداد کے ایک طویل اور بھیانک دور کا خاتمہ

(رشید احمد چوہدری)

ساؤتھ افریقہ ایک ایسا ملک ہے جہاں سفید اقلیت نے اپنی طاقت اور حکومت کے نشے میں سیاہ فام لوگوں کی غالب اکثریت پر ایک عرصہ سے وہ انسانیت سوز مظالم روا رکھے کہ جن کے تصور سے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ساؤتھ افریقہ کا نام ذہن میں آتے ہی ٹیلیویژن پر دکھائے جانے والے سویٹو اور اس قسم کے دیگر ٹاؤن شپ میں سیاہ فام نوجوانوں پر پولیس کی گولیوں کی بوچھاڑ اور قتل و غارت کے سین آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں۔ یہ وہ ملک ہے جہاں سکول کے بچوں کو نظر بندی کے مراکز میں رکھکر ان پر تشدد کرنا روزمرہ کا دستور بن چکا تھا۔ جہاں ملک کے اصلی باشندے نہ اپنی مرضی سے کسی علاقہ میں رہ سکتے تھے، نہ سفر کر سکتے تھے۔ جہاں ان کی زندگیاں غلاموں سے بدتر تھیں۔ اور ان کو ہر قسم کے انسانی حقوق سے محروم رکھا گیا تھا۔

رفتہ رفتہ ان اقوام میں سیاسی شعور پیدا ہونا شروع ہوا اور انہوں نے اپنے حقوق کے لئے عملی جدوجہد شروع کی۔ سالہا سال تک متواتر مجاہدوں اور قربانیوں کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے ان اقوام کے حالات بدلے اور غم واستحصال کے سیاہ بادل آہستہ آہستہ چھٹنے شروع ہوئے۔ اس طرح امید کا سویرا نمودار ہونا شروع ہوا۔

۱۰ مئی ۱۹۹۴ء کا دن ساؤتھ افریقہ کی تاریخ میں وہ یادگار دن ہے کہ جس دن ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ عوام کی امنگوں کے مطابق ان کے نو منتخب شدہ نمائندہ نیلسن منڈیلا نے بحیثیت صدر مملکت حلف اٹھا کر جمہوری سفر کا آغاز کیا۔ یہ فتح نیلسن منڈیلا اور اس کے ان گنت ساتھیوں کی طویل، کٹھن اور دردناک جدوجہد اور عظیم قربانیوں کا نتیجہ تھی۔ ان میں سے کئی ایک تو ملک کی آزادی کی خاطر اپنی جانیں تک قربان کر گئے۔

افریقن نیشنل کانگرس کی یہ تاریخ ساز فتح اس کے لیڈروں کے آہنی عزم، مستقل مزاجی اور سیاسی بصیرت کی مرہون منت ہے جنہوں نے لگاتار نسلی امتیاز کی پالیسی کے خلاف مسلسل جدوجہد کی جس کے نتیجہ میں ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ملک میں بسنے والی اکثریت کو ووٹ کا حق دیا گیا۔ یاد رہے کہ ۴۰ ملین کے لگ بھگ آبادی والے اس ملک میں ۲۲٫۷ ملین لوگ ووٹ کے حقدار تھے اور ان میں سے ۱۸ ملین سیاہ فام تھے جن کو عرصہ دراز سے ووٹ کا حق حاصل نہ تھا۔

۲۶ تا ۲۸ اپریل ۱۹۹۴ء کے انتخابات میں جن چھ سیاسی پارٹیوں نے حصہ لیا ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ افریقن نیشنل کانگرس: جس کے مدارالمہام نیلسن منڈیلا تھے اور جو ملک میں سب سے بڑی پارٹی متصور ہوتی ہے۔ یہ پارٹی جنوری ۱۹۱۲ء میں معرض وجود میں آئی۔

۲۔ نیشنل پارٹی: یہ سفید فام لوگوں کی سیاسی تنظیم ہے۔ اس پارٹی نے سب سے پہلے ملک میں نسلی امتیاز کی پالیسی کو متعارف کرایا۔ ۱۹۴۸ء سے ساؤتھ افریقہ پر حکمران ہے۔ آجکل اس کے لیڈ فریڈرک ڈی کلارک ہیں جو ۱۹۸۹ء سے ملک کے سربراہ چلے آ رہے ہیں۔

۳۔ پان افریقن کانگرس: ۱۹۵۹ء میں افریقن نیشنل پارٹی سے الگ ہو کر بعض لوگوں نے اس تنظیم کو قائم کیا۔ اس نے ملک میں سفید فام اقلیت کے خلاف گوریلا لڑائی کا آغاز کیا۔ اس پارٹی کا مطالبہ تھا کہ سیاہ فام لوگوں سے گورنمنٹ نے جو زمینیں ہتھیالی ہیں وہ واپس ان کے مالکان کو دی جائیں۔

۴۔ ڈیموکریٹک پارٹی: اس پارٹی کا آغاز ۱۹۸۹ء میں ہوا۔ اس پارٹی نے بھی نسلی امتیاز کی پالیسی کی مخالفت کی۔

۵۔ فریڈم فرنٹ: یہ سفید فام لوگوں کے لئے علیحدہ سٹیٹ کا مطالبہ کرتی ہے۔

۶۔ انکاتھا پارٹی: افریقہ کے سایہ فام زولو قبیلہ پر مشتمل یہ پارٹی افریقن نیشنل کانگرس کی حریف ہے۔

پچھلے چند سالوں میں دنیا بھر میں جو مختلف حیران کن انقلابات ہوئے ہیں ان میں ساؤتھ افریقہ کے انتخابات اور اس کے نتائج شامل ہیں۔

۱۱ فروری ۱۹۹۰ء کو جب افریقن نیشنل کانگرس کے لیڈر نیلسن منڈیلا کو ۲۷ سال جیل کی صعوبتیں سہنے کے بعد رہا کیا گیا تو کون کہہ سکتا تھا کہ چار سال کے عرصہ کے لگ بھگ میں وہ اپنے ملک کے آئینی سربراہ بن جائیں گے۔ کسے معلوم تھا کہ ملک میں ساڑھے تین سو سال پرانا جبر و استبداد کا ایک طویل اور بھیانک دور اختتام پذیر ہو جائے گا اور ایسا سویرا ابھرے گا کہ جس میں رنگ و نسل کی تمیز کے بغیر زندگی کے ہر شعبہ میں ملک کے تمام شہری شانہ بشانہ کام کرنے لگیں گے۔

نیلسن منڈیلا کی رہائی کے بعد جنوبی افریقہ ایک طرح کی خانہ جنگی سے دوچار تھا۔ صرف چار سالوں میں یہاں ۱۵ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ ملک کا معاشی اور سماجی ڈھانچہ بالکل تباہ ہو چکا تھا۔

رقبہ و آبادی

ساؤتھ افریقہ کا کل رقبہ ۱۲۲۳۱۸۱ مربع کلومیٹر ہے جس کا ۵۸ ٪ حصہ قدرتی چراگاہیں ہیں اور صرف ۱۰٫۶ ملین ہیکٹا ایکڑ رقبہ کاشت کیا جاتا ہے۔ ملک میں ۶۵ ہزار زرعی فارم ہیں جن میں مکی، گندم، گنا، آلو، سبزیاں اور سورج مکھی کے پودے اور فروٹ میں سنگترے، سیب، انگور بکثرت اگائے جاتے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق سفید فام اقوام زمین کے ۸۶٫۳ فیصد حصہ اور سیاہ فام ۱۳٫۷ فیصد حصہ پر قابض ہیں۔

ساؤتھ افریقہ کی کل آبادی ۱۹۹۳ کے ایک سروے کے مطابق ۳۹٫۵۴ ملین ہے جس کی تقسیم یوں ہے:۔

سیاہ فام	۳۰ ملین	۷۵٫۸ ٪
سفید فام	۵ ملین	۱۳٫۱ ٪
(Mixed) رنگدار	۳٫۵ ملین	۸٫۶ ٪
ایشین	۱ ملین	۲٫۵ ٪

زبانوں کے اعتبار سے ملک کی آبادی کو مندرجہ ذیل طریق پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

زولو	۸٫۴۸ ملین	۲۲ ٪
کوسا (Xhosa)	۶٫۵۸ ملین	۱۷ ٪
نارتھ سوتھو	۳٫۷۲ ملین	۹٫۶۴ ٪
ساؤتھ سوتھو	۲٫۵۹ ملین	۶٫۷۳ ٪
سوانا	۳٫۳۲ ملین	۸٫۵۹ ٪
افریکان	۵٫۸ ملین	۱۵ ٪
انگلش	۳٫۴۸ ملین	۹ ٪

ملک میں ۱۷ یونیورسٹیاں ہیں۔ دریاؤں میں سب سے لمبا دریا اورنج دریا کہلاتا ہے جو لوساتھو (Losotho) سے شروع ہوتا ہے اور ۲۱۰۰ کلومیٹر لمبا ہے۔

مذہبی اعتبار سے تقسیم

۱۹۹۰ء کے اعداد و شمار کے مطابق مذہبی اعتبار سے تقسیم یوں ہے:۔

ڈچ ریفارمڈ چرچ	۴۰ فیصد
اینگلیکن	۱۱ فیصد
رومن کیتھولک	۸ فیصد

سیاہ فام لوگوں کا ۲۵ ٪ روایتی مذہب کا پابند ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کی تعداد ایک ملین کے لگ بھگ ہے جس میں مسلمان تقریباً آٹھ لاکھ ۳۷ ہزار ہیں۔

اوسط تنخواہ

ایک اندازے کے مطابق ساؤتھ افریقہ کے باشندوں کی ماہوار تنخواہ اوسطاً مندرجہ ذیل ہے:۔

سیاہ فام افریقن	۲۷۳ رینڈ
رنگدار نسل	۶۲۴ رینڈ
ایشین	۱۰۷۰ رینڈ
سفید فام	۱۸۳۴ رینڈ

(رینڈ اس ملک کی کرنسی ہے)

قدرتی پیداوار

تیل (کچھ ذخائر ۱۹۸۷ء میں دریافت ہوئے)، کروم، ایسبسٹاس (Asbestos)، تانبا، لوہا، چاندی، مینگنیز (Manganese) ہیرے، لائم سٹون، پلاٹینم۔

ساؤتھ افریقہ میں دنیا بھر میں سب سے زیادہ سونا نکلتا ہے اور پلاٹینم دنیا کی کل مقدار کا ۷۷ فیصد نکلتا ہے۔

۱۹۹۰ء کے اعداد و شمار کے مطابق ملک بھر میں ۱۶٫۶ ملین کیوبک میٹر عمارتی لکڑی سالانہ تیار ہوتی ہے اور ۱٫۳۹ ملین ٹن پیپر اور پیپر بورڈ تیار کیا جاتا ہے۔

در آمد

ملک میں زیادہ تر مشینری، گاڑیاں، ہوائی جہاز، کیمیکلز پروڈکٹس، ٹیکسٹائل در آمد کی جاتی ہیں۔

بر آمد

ملک سے بر آمد ہونے والی اشیاء میں مکی، شوگر، اشیائے خوردنی (جس میں زیادہ تر فروٹ شامل ہے)، اون، سونا، پلاٹینم، ہیرے، یورینیم، لوہا فولاد، تانبا اور تمباکو شامل ہیں۔

تاریخ

پندرھویں صدی عیسوی کے لگ بھگ ساؤتھ افریقہ کے شمالی، وسطی اور جنوب مشرقی حصوں میں باقاعدہ آبادی تھی۔ مشرقی ساحل کے آس پاس زولو، سوازی اور کوسا (Xhosa) قبائل آباد تھے اور ملک کے اندرونی حصوں میں سوتھو قبائل آباد تھے۔ باہر سے آنے والوں میں سے سب سے پہلے پرتگیزی اور ڈچ تھے۔ پرتگال، ہالینڈ اور برطانیہ کے جہاز افریقہ کے گرد چکر لگاتے ہوئے اس راستہ سے گزرتے تھے جسے پرتگیزوں نے راس امید کا نام دیا تھا۔ ہندوستان سے تجارت بھی اسی راستہ سے ہوتی تھی۔ اس علاقہ میں ۱۶۵۲ء میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا ایک سروس سٹیشن قائم کر دیا تاکہ جہازراں لمبے سفر کی وجہ سے یہاں کچھ دیر رک کر تازہ دم ہو لیں۔

ساؤتھ افریقہ کے عین جنوب میں خشکی کے سرے پر کھوئی کھوئی (Khoi Khoi) اور سام قبائل آباد تھے جو نہایت بہادر، جنگجو اور شکاری تھے۔ یہ لوگ شکار کے علاوہ مویشی بھی پالتے تھے۔ ڈچ ان قبائل سے گوشت وغیرہ حاصل کرتے اور زمین بھی حاصل کر کے اس میں سبزیاں اگاتے تھے۔ مگر دیگر ایسے ممالک کی طرح مغربی ممالک نے یہاں بھی آہستہ آہستہ مقامی باشندوں سے زمین ہتھیا کر اپنی نو آبادیاں قائم کرنا شروع کر دیں جس کی وجہ سے مقامی باشندوں اور باہر سے آنے والے ڈچ لوگوں میں اختلاف بڑھتے گئے۔ اختلافات کی وجہ زیادہ تر زمین کی ملکیت کا تصور تھا۔ افریقن لوگوں میں شخصی ملکیت کا تصور نہیں تھا۔ زمین قبائل کی ملکیت متصور ہوتی تھی جہاں قبیلہ کے لوگ اپنے مویشی چراتے تھے۔

اس وقت ڈچ لوگوں کا سردار جان وان رائی بک (Jan Van Riebeck) تھا جس نے مقامی باشندوں کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ اس معاہدہ کی رو سے ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کو فارمنگ کی اجازت نہیں تھی

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES
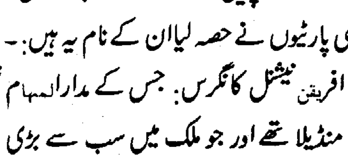
376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

SELF SERVICE/
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY
CLEANING FACILITIES
J & L LAUNDERETTE
159 PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

مگر ڈچ اس کی خلاف ورزی کرنے لگے اور باہر سے غلاموں کو لا کر یہاں باقاعدہ کھیتی باڑی کرنے لگے جس پر مقامی باشندوں میں غم و غصہ پایا جاتا تھا۔

رائی بیک اپنی ڈائری میں لکھتا ہے:۔

"کھوئی قبائل کے لوگوں کو شکایت ہے کہ ہم انکی زمینوں پر جس کے وہ صدیوں سے مالک چلے آتے ہیں اور جہاں نسلاً بعد نسل مویشی چراتے تھے زیادہ سے زیادہ قبضہ کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہ لوگ سوال کرتے ہیں کہ کیا اگر وہ ہالینڈ جائیں تو ان کو بھی ایسا کرنے کی اجازت ہو گی"۔

(وان رائی بک کا جرنل، جلد اول، کیپ ٹاؤن، شائع شدہ ۱۹۱۲ء)

اس زمانہ میں ہوج ناٹ پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگ بھی مذہبی مظالم سے بچنے کے لئے اس علاقہ میں آکر آباد ہونے لگے اس طرح باہر سے آنے والوں میں اضافہ ہوتا گیا اور مزید زمینوں کو ہتھیا کر ان پر آبادیاں قائم کی جانے لگیں اس طرح مقامی باشندوں کے ساتھ جھگڑا طول اختیار کر گیا۔ حتیٰ کہ کھوئی اور سام قبائل کے خلاف فوجی مہم کی گئی اور اس طرح اس علاقہ سے مقامی باشندوں کو ہمیشہ کے لئے بھگا دیا گیا۔ ان قبائل کے لوگوں کو غلام بنا کر ان سے بیگار بھی لی جانے لگی۔

اس طرح ۱۷۰۰ء کے لگ بھگ ساؤتھ افریقہ میں ایک نئی نسل ابھری جو سفید اقوام اور ان کے غلاموں کے ملاپ سے پیدا ہوئی۔ یہ گروپ بعد میں مکسڈ نسل یا رنگدار نسل کہلائی۔

۱۷۹۵ء کے لگ بھگ برطانوی بھی وہاں پہنچے اور کیپ میں قائم شدہ ڈچ گیریزن کو شکست دے کر علاقہ کا کنٹرول سنبھال لیا۔ تھوڑے عرصہ میں ہی ان دونوں مغربی اقوام نے محسوس کیا کہ کلچر کے اختلاف کی وجہ سے انکا آپس میں اکٹھے رہنا ناممکن ہے۔ چنانچہ ان کے اختلافات کی وجہ سے آخر کار دونوں کو جنگ کرنا پڑی۔ اختلافات کی وجہ مندرجہ ذیل تھیں۔

۱۸۳۴ء میں برطانیہ نے غلاموں کی تجارت اور ان سے بیگار لینا بند کر دیا مگر ڈچ زمیندار غلاموں سے بیگار لیتے رہے۔ چونکہ کنٹرول برطانیہ کا تھا اس لئے ایسے زمیندار آہستہ آہستہ برطانیہ کے تسلط کا علاقہ چھوڑ کر اندرون ملک چلے گئے اور وہاں جا کر زمینوں پر قابض ہوتے گئے۔

بوئر لوگ (ڈچ زبان میں بوئر زمیندار کو کہتے ہیں) خود کو خدا کی برتر مخلوق مانتے تھے اور عہد نامہ قدیم کے مطابق ساؤتھ افریقہ کی زمینوں پر اپنا حق جماتے تھے اس طرح وہ مقامی باشندوں کو زیر کر کے علاقوں پر قبضہ کرتے چلے گئے۔ برطانوی بھی ان سے پیچھے نہ رہے اور ۱۸۳۶ء تا ۱۸۴۰ء ان دونوں اقوام نے ساؤتھ افریقہ کی آزاد قبائلی ریاستوں کو بزور شمشیر زیر کر کے ان علاقوں کی بیشتر زمینوں پر قبضہ کر لیا۔

اس طرح بوئر لوگوں نے دو خود مختار ریاستیں اورنج فری سٹیٹ اور ٹرانسوال قائم کر لیں اور برطانوی لوگوں نے اپنا تسلط کیپ کے ارد گرد وسیع علاقہ میں کر لیا اور نٹال پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان دونوں اقوام نے مقامی کسانوں پر بھاری ٹیکس بھی عائد کر دئے۔ اور بہت سے مقامی کسان جو ٹیکس ادا نہیں کر سکتے تھے مجبوراً سفید فام لوگوں کی زمینوں پر کام کرنے پر مجبور ہو گئے تاکہ ٹیکس کی رقم ادا کی جا سکے۔

۱۸۶۷ء میں کمبرلے (Kimberley) کے علاقہ میں ہیرے کی کان دریافت ہونے کی وجہ سے غیر ملکی سفید فام اقوام بڑی تعداد میں ساؤتھ افریقہ میں کان کنی کے لئے آنا شروع ہوئیں۔ اس کے ۱۹ سال بعد ٹرانسوال میں سونا دریافت ہو گیا جس کی وجہ سے بیشتر افراد نے قسمت آزمائی کے لئے ادھر کا رخ کیا۔ ان علاقوں میں کان کنی کرنے والی کمپنیوں کے مالک زیادہ تر برطانوی تھے۔ آہستہ آہستہ ان ڈچ علاقوں میں دیگر سفید اقوام کے لوگوں کی تعداد ہالینڈ کے باشندوں سے بڑھ گئی اور چونکہ ٹرانسوال کے علاقہ میں حکومت ڈچ کی تھی آپس میں اختلافات مزید بڑھ گئے۔

ٹرانسوال حکومت کے صدر کروگر (Kruger) نے کان کنی کرنے والوں کے لئے مشکلات پیدا کرنی شروع کر دیں۔ مثلاً ٹرانسپورٹ کے اخراجات بہت زیادہ تھے اسی طرح دھماکہ خیز مواد کے لئے بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی تھی۔

چونکہ سونے کی کانوں کا انتظام کرنے والی برطانوی کمپنیاں تھی اس لئے ڈچ اور برطانوی لوگوں میں لڑائی چھڑ گئی جو ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۲ء تک رہی۔ اگرچہ لڑائی صرف سفید فام لوگوں کی تھی مگر طرفین نے سیاہ فام مقامی باشندوں کو مسلح کر کے آپس میں لڑایا۔ برطانوی کمپنیوں کے مالکوں نے مقامی باشندوں کو یہ لالچ دیا کہ اگر وہ جیت گئے تو تمام زمین ان کے اصلی مالکوں کو واپس کر دی جائے گی مگر جیتنے کے بعد وہ اپنے اس وعدہ سے صاف مکر گئے۔

۱۹۱۰ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے ایک ایکٹ پاس کیا جس کی رو سے ساؤتھ افریقہ یونین کی تشکیل دی گئی اور اس برطانوی کامن ویلتھ کا ممبر بنایا گیا۔ مگر ۳۱ مئی ۱۹۶۱ء کو جب ساؤتھ افریقہ ریپبلک بن گیا تو کامن ویلتھ سے نکل گیا۔

بوئر جو افریکانز کہلاتے تھے اور برطانوی لوگوں میں ابھی تک اختلافات چلے آرہے تھے مگر جنگ عظیم اول کے زمانہ میں اختلافات مزید بڑھ گئے۔ افریکانز کی اکثریت جرمنی سے ہمدردی رکھتی تھی جبکہ ساؤتھ افریقہ کی حکومت برطانیہ اور ان کے اتحادیوں کے ساتھ تھی۔ اس طرح پر لڑائی ہوئی اور حکومت نے جرمن تسلط کا علاقہ جو نمیبیا کہلاتا تھا پر حملہ کر کے فتح کر لیا۔ دوسری طرف وزیر اعظم لوئیس بوتھا نے افریکانز کی بغاوت کو طاقت کے زور پر کچل دیا۔

۱۹۱۲ء میں ساؤتھ افریقہ نیشنل کانگرس جو بعد میں افریقن نیشنل کانگرس کہلائی کا انعقاد عمل میں آیا۔ اور اس نے ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھانا شروع کی۔

۱۹۳۴ء میں سفید فام لوگوں نے ایک سیاسی پارٹی نیشنل پارٹی کے نام سے تشکیل کی اور تمام افریکانز کو متحد کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ ۱۹۳۸ء تک انہوں نے ۲۷ پارلیمنٹری سیٹوں پر قبضہ رکھا مگر ۱۹۴۳ء کے الیکشن میں نیشنل پارٹی ۴۳ سیٹیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

چونکہ سیاہ فام لوگوں کو ووٹ کا حق نہیں دیا گیا تھا اس لئے ووٹ زیادہ تر سفید فام لوگوں اور افریکانز کے تھے۔

جنگ عظیم دوم چھڑ جانے کی وجہ سے ساؤتھ افریقہ کے سفید فام زیادہ تر شمالی افریقہ میں لڑائی میں نبرد آزما تھے اس لئے اس زمانہ میں مقامی باشندوں کو شہروں میں اور فیکٹریوں میں کام کرنے کے لئے لانا پڑا اسطرح پہلی مرتبہ سیاہ فام لوگوں کو سیمی سکلڈ (Semi Skill-ed) پوزیشنوں پر کام کرنے کی اجازت ملی مگر اس کے باوجود ان کی اور سفید فام لوگوں کی تنخواہوں میں بے حد تفاوت تھا۔ سیاہ فام کاریگروں کو کم اجرت ملتی تھی اس ناانصافی کی وجہ سے ملک میں ۷۰ ہزار سیاہ فام کان کنی والے مزدوروں نے ہڑتال کر دی جس کے نتیجہ میں کان کنی کا کام عملاً رک گیا۔ ہڑتال ختم کروانے کے لئے فوج بلانا پڑی اور فوج نے مزدوروں کو مار مار کر واپس کام پر لانا شروع کیا۔ اس ظلم کی وجہ سے ۹ کانکن ہلاک ہو گئے۔

۱۹۴۸ء سے الیکشن میں نیشنل پارٹی نے ایک نیا نعرہ Apartheid یعنی "نسلی امتیاز کی پالیسی" کا ایجاد کیا اور لوگوں سے وعدہ کیا کہ وہ ایسی قومی پالیسی مرتب کرے گی کہ جس سے رنگ و نسل کی بنا پر لوگوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا جائے گا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اس وقت ڈچ ریفارمڈ چرچ نے بھی اس پالیسی کی حمایت کی۔ یہ پالیسی اس نظریہ پر قائم کی گئی کہ خدا تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف رنگ و نسل دئے ہیں، زبانوں کا اختلاف اور قومیت کا اختلاف بھی ہے یہ اس لئے ہے کہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ترقی پذیر اقوام لیڈر شپ کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور غیر ترقی یافتہ اقوام انکی دیکھ بھال کرنے کے لئے۔ اور اس نظریہ کو بائبل کی طرف منسوب کیا گیا۔

۱۹۴۸ء کے الیکشن میں نیشنل پارٹی کو کامیابی حاصل ہوئی اور وہ حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئی اور اس طرح نسلی امتیاز کی پالیسی پر عمل در آمد شروع ہو گیا۔

۱۹۵۰ء کے رجسٹریشن ایکٹ کی رو سے تمام آبادی کو سفید، رنگدار اور مقامی لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔ مگر کسی بھی فرد کی نسل کو جانچنے کے لئے بعض دفعہ بہت مشکلات پیش آئیں کیونکہ دوغلی نسل کے بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کی جلد سفید تھی مگر وہ "رنگدار" لوگوں میں شمار کئے گئے بعض دفعہ یہ جانچنے کے لئے کہ کوئی شخص کس گروپ سے تعلق رکھتا تھا۔ سر کے بالوں میں کنگھی کر کے آزمایا گیا اگر بالوں میں آسانی سے کنگھی ہو جاتی تو وہ سفید کہلاتا تھا اگر مشکل سے ہوتی تو رنگدار رجسٹر کیا گیا۔

ان گروپوں کو علیحدہ علیحدہ رکھنے کے لئے ۱۹۴۴ء میں ایک ایسا قانون پاس کیا گیا جس کی رو سے آپس میں شادیوں کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔

۱۹۵۰ء میں گروپ ایریا ایکٹ پاس کیا گیا جس کی رو سے ہر گروپ کے لئے علیحدہ علاقے مختص کر دئے گئے۔ سیاہ فام آبادی کو ان کے مکانوں سے نکال کر شہر کے باہر مضافات میں منتقل کر دیا گیا۔

۱۹۵۳ء میں ایک اور قانون لاگو کیا گیا جس کی رو سے اگر کوئی سیاہ فام شخص سفید فام کے لئے مخصوص علاقوں میں، پبلک جگہوں پر، پارکوں میں، اسی طرح سفید لوگوں کے لئے مخصوص ٹرین کے ڈبوں میں، نہانے کے تالابوں میں یا ساحل سمندر جگہوں میں پایا جاتا تو اسے سزا دی جاتی۔

سیاہ فام لوگوں کے لئے چند ایک علیحدہ تفریح گاہیں مخصوص کر دی گئیں اور اس طرح ان گروپوں میں ایک حد فاصل قائم کر دی گئی۔

نیز جب سے جنوبی افریقہ میں سونے اور ہیرے کی کانیں دریافت ہوئیں حکومت نے یہ پالیسی اختیار کئے رکھی کہ سیاہ فام مزدوروں کو ان علاقوں میں جو کام ملے وہ عارضی بنیادوں پر ہو۔ چونکہ سیاہ فام کسانوں کی اکثر زمینیں چھینی گئی تھیں اس لئے ان کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ کانوں میں کام کر کے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پال سکیں۔

اس لئے ان کو مجبوراً اپنی بستیوں سے سفر کر کے کان کنی کرنے کے لئے آنا پڑا مگر چونکہ ان کی رہائش اور سفر پر پابندیاں عائد کی گئی تھیں اس لئے یہ کام اتنا آسان نہ تھا اس لئے ایک سسٹم تیار کیا گیا۔ کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو کام اس شرط پر دیا جاتا کہ وہ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر اکیلے ان ہوسٹلوں میں رہیں جو اس مقصد کے لئے سونے کی کانوں کے قریب قائم کئے گئے۔ ان ہوسٹلوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مزدور ان میں ایسے بھرے ہوتے تھے جیسے ڈربوں میں مرغیاں۔ بستر ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے اور چلنے پھرنے کے لئے جگہ تک نہ ہوتی۔ اسی طرح کے ایک ہوسٹل کے بارہ میں ایک مزدور لکھتا ہے۔

"اپنے خاندان کا پیٹ پالنے کی خاطر میں اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ واس لورس (Vos Loor-us) ہوسٹل ان ہوسٹلوں میں سے ایک تھا جس کی حالت بہت خراب تھی مگر یہ کمرے اب ہماری زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔ کمرے تنگ اور لوگ ان میں اس طرح بھرے ہوئے تھے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ہوتی۔ سردیوں میں پتھر کے فرش بہت ٹھنڈے ہو جاتے۔ اور گرمیوں میں سخت گرم۔ کمروں کے اوپر چھت تک نہ تھی۔

ہوسٹل آبادی یا قصبے سے کوسوں دور تھا۔ میں نے ۲۰ سال جان مار کر محنت کی لیکن خالی ہاتھ واپس آیا"۔

(The Sun shall rise for the workers by Makhoba Johnsburg 1984)

غرضیکہ ان ہوسٹلوں کی حالت اتنی خراب تھی کہ مزدوروں کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا۔ کئی مزدور تو تنگ آکر ملازمت کے معاہدوں کو ختم کر کے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔

بقیہ صہ ۱۴ کالم ۲

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

اخبارات و جرائد سے

فی سبیل اللہ فساد کے بد ترین مظاہرے

پاکستان کے معروف صحافی اور کالم نگار ارشاد احمد حقانی اپنے کالم حرف تمنا میں "فی سبیل اللہ فساد کے بدترین مظاہرے" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:۔

"پاکستان میں مذہبی انتہاپسندی اور فرقہ واریت کا عفریت ایک عرصے سے زبردست اودھم مچائے ہوئے ہے اور ہماری قومی زندگی میں زہر گھول رہا ہے۔ میں گزشتہ کئی سال سے وقتاً فوقتاً اس جن کی تباہ کاریوں اور خون آشامیوں کی طرف توجہ مبذول کراتا رہا ہوں۔ اس کالم کے پرانے قارئین کو یاد ہوگا کہ ایک دفعہ میں نے اپنے سفر بہاولپور کا احوال سناتے ہوئے یہ ذکر کیا تھا کہ جب میں نے نماز پڑھنے کے لئے ایک گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں سے مسجد کا پتہ پوچھا تو ننھے منے بچوں نے برجستہ کہا کہ اگر آپ نے بریلویوں کی مسجد میں نماز پڑھنی ہے تو وہ سامنے ہے۔ دیوبندیوں کی مسجد ساتھ والی گلی میں ہے اور اہل حدیثوں کی مسجد اس سے بھی دور واقع ہے۔ میں نے بچوں سے صرف مسجد کا پتہ پوچھا تھا لیکن انہوں نے از خود مسجدوں کی تفریق و تقسیم کا پورا حال بیان کر دیا۔ میں نے اس وقت لکھا تھا کہ گلی میں کھیلنے والے بچوں کے اندر بھی یہ شعور پیدا ہو چکا ہے کہ بریلویوں کی مسجد اور ہوتی ہے، دیوبندیوں کی اور اور اہلحدیثوں کی اور ــــ اسے میں نے انتہائی خطرناک علامت قرار دیا تھا اور علمائے کرام سے اپیل کی تھی کہ اس صورتحال کے خطرناک مضمرات کو سمجھیں اور لوگوں میں مذہبی فرقہ واریت کا زہر پھیلانے سے گریز کریں۔

اس وقت جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء پورے عروج پر تھا اور میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ جنرل ضیاء الحق جس قسم کی مذہبیت کے علمبردار اور پرچارک ہیں اور جیسی اسلامائزیشن وہ نافذ کر رہے ہیں اس سے مثبت نتائج تو بہت کم نکل رہے ہیں اور معاشرے میں سچی اسلامی تعلیمات کا بول بالا تو بہت کم ہو رہا ہے البتہ مذہبی تنگ نظری اور فرقہ وارانہ مناقشت کا زور بڑھ رہا ہے۔ بدقسمتی سے آج یہ کیفیت ہمیشہ سے بڑھ کر سنگین اور گھمبیر ہو چکی ہے۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسلکی اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے کا گلا کاٹنا نہ صرف تعلیمات اسلام سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا بلکہ ان تعلیمات کی عین ضد ہے۔ قرآن حکیم تو ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ کافروں سے بھی مذہب کے معاملے میں جھگڑا نہ کرو بلکہ "لکم دینکم ولی دین" کا رستہ اختیار کرو۔ یعنی "تم اپنے دین پر قائم رہو اور مجھے اپنے دین پر قائم رہنے دو"۔ جب کفار کے بارے میں یہ حکم ہے تو مختلف مسلک رکھنے والے اسلامی فرقوں سے مذہبی اور فقہی اختلاف کی وجہ سے دنگا فساد کا مرتکب ہونا کسی طرح قرین دانش نہیں ہے۔ اقبال نے اسی حالت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔

دین کافر فکر و تدبیر جہاد
دین ملا فی سبیل اللہ فساد

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارا معاشرہ فی سبیل اللہ فساد کا بدترین نقشہ پیش کر رہا ہے اور پاکستانی معاشرہ فرقہ وارانہ کشیدگی کی وجہ سے میدان جنگ بن چکا ہے۔

ہم صرف شیعہ سنی یا بریلوی دیوبندی اختلافات کی پیدا کردہ تلخی اور کشیدگی کی گرفت میں نہیں ہیں، مذہبی انتہاپسندی اور بھی طرح طرح کی شکلیں اختیار کر رہی ہے۔

دین بندے اور خدا کے درمیان ایک معاملہ ہے اور دلوں اور نیتوں کا حال صرف اللہ جانتا ہے لیکن ہمارے نام نہاد علماء نے فتویٰ سازی کی مشینیں نصب کر رکھی ہیں اور تھوک کے حساب سے اپنے مذہبی مخالفین کو کافر قرار دے رہے ہیں اور ایسا کرتے وقت وہ بزعم خود دین کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ سوچ خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔

ہمارے ہاں مذہب کو سیاسی مقاصد کے لئے جس طرح وسیع پیمانے پر اور طویل عرصے تک استعمال کیا گیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دین کی ارفع قدروں اور اعلیٰ تعلیمات کے فیوض و برکات تو ہمیں حاصل نہیں ہوئے، معاشرے میں تحمل و برداشت کا دور دورہ تو نہیں ہوا، عدل اجتماعی کا کوئی اہتمام نہیں ہوا، محروم اور پسماندہ طبقات کی حالت بہتر بنانے کے لئے کوئی قابل ذکر کوشش نہیں ہوئی لیکن مذہب کے نام پر اپنے ہی بھائیوں کا گلا کاٹنے کی روایت پختہ سے پختہ تر اور وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

موجودہ صورتحال کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل نہ صرف اہل مذہب سے بلکہ نفس مذہب ہی سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہم کیسی زیاں کار قوم ہیں کہ اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کا سامان کر رہے ہیں۔ ہمارے اہل مذہب، اہل دانش اور ارباب حکومت کا فرض ہے کہ درپیش مسائل کی سنگینی کا احساس کریں اور تباہی کے گڑھے کے کنارے پر جس طرح ہم آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔ اس سے پیچھے ہٹ جائیں ورنہ ہمیں تباہ کرنے کے لئے کسی بیرونی دشمن کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

(روزنامہ جنگ لندن، ۱۲ مئی ۱۹۹۴ء ــ ۲)

ــ ○ ○ ــ

مغربی استعمار اور عالم اسلام کی بے بسی

عالم اسلام کی بے بسی، کسمپرسی، دشمنوں کے وحشیانہ مظالم پر خاموشی اور سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے کا تکلیف دہ اور روح فرسا رجحان، عزت و وقار کے ساتھ زندہ رہنے کے لئے دوسروں کے سہارے تلاش کرنے اور فریب کھانے کی روش دیدنی ہے۔ چار درجن کے لگ بھگ کہنے کو آزاد اور خود مختار مسلمان ریاستوں کی موجودگی اور ایک ارب کی آبادی ہردم لرزاں و ترساں دشمنوں سے خائف اور صرف ایک سپر پاور کے قدموں میں گری پڑی زندگی گزار رہی ہیں۔ وسائل پیداوار پر یہودی سرمایہ داروں کا بلاواسطہ یا بالواسطہ قبضہ ہے۔ مغرب کے دئے ہوئے قرضوں اور لوٹ کھسوٹ کے لئے امریکی امداد کے سراب نے انہیں مغرب کا معاشی و اقتصادی طور پر غلام بنا کر رکھ دیا ہے۔ غرض کسی مسلمان ملک کا سیاسی مسئلہ ہو یا اقتصادی، صنعتی ہو یا تعلیمی اس میں کسی نہ کسی بین الاقوامی ادارے کے توسط سے مغرب کا اثر اور تسلط کھلی آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ دعویٰ پھر بھی یہ ہے کہ ہم آزاد ہیں، خود مختار ہیں، کسی دباؤ میں نہیں آئیں گے، اپنی آزادی کا سودا نہیں کریں گے۔ قول و فعل کے اس تضاد کو برقرار رکھنے کے لئے اکثر مسلمان ممالک کی قیادتیں اپنے سادہ لوح عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہیں اور آئندہ نسلوں کو غلام بنانے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ تف اے چرخ بریں تف۔

کشمیر ہو یا بوسنیا، فلسطین ہو یا صومالیہ، سوڈان ہو یا اری ٹیریا، کویت ہو یا عراق غرض ہر جگہ خون مسلمان کی ارزانی دکھائی دیتی ہے۔ تمام اسلام دشمن طاقتیں اپنے اختلافات ختم کر کے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی ہیں۔ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ مسلمان تو مغربی سامراج اور اسلام دشمن قوتوں سے بار بار ڈسے جا رہے ہیں پھر بھی وہ مغربی استعمار پر اعتماد اور بھروسہ کرنے سے باز نہیں آتے بلکہ عالم اسلام کی حالت یہ ہے کہ اس پر بزدل قیادتیں مسلط ہیں اور عوام کی روح کو، عزم کو اور امنگوں کو کچلا جا رہا ہے۔ جب تک مسلمان ممالک اپنی اپنی بزدل قیادت سے جان نہیں چھڑا لیتے اور اسلام سے دلی وابستگی رکھنے والی قوتیں برسراقتدار نہیں آتیں دنیا بھر میں کوئی مسلمان اور کسی مسلمان کا مفاد مغربی استعمار کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم اسلام میں ایسی تحریکیں برپا کی جائیں جو مسلمانوں کو بزدل، مفاد پرست اور مصلحت کوش قیادتوں سے نجات دلا سکیں۔

(روزنامہ جنگ لندن، ۱۲ مئی ۱۹۹۴ء)

بد ترین مخلوق

ڈھاکہ ـــ ۲۴ فروری ۱۹۹۴ء ـــ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج امین الرسول نے سلہٹ کے ایک دور افتادہ گاؤں "چھنک چھاڑا" کی مسجد کے امام مولوی منان سمیت آٹھ افراد کو بیس سالہ نور جہاں کے سنسنی خیز قتل کے الزام میں سات سات سال قید بامشقت کی سزا کا فیصلہ سنایا اور فی کس دو ہزار ٹکہ بطور جرمانہ ادا کرنے کا حکم بھی دیا۔ عدم ادائیگی کی صورت میں مزید ایک سال کی سزا کاٹنی پڑے گی۔

گزشتہ سال نور جہاں کے والدین نے اپنی بیٹی کی پہلی شادی کی ناکامی کے بعد نور جہاں کی شادی گاؤں کے ایک مزدور مطلب میاں کے ساتھ کر دی۔ چھنک چھاڑا کی مسجد کے امام مولوی منان نے خود نکاح پڑھایا لیکن کچھ دنوں بعد خود ہی یہ فتویٰ صادر کر دیا کہ نور جہاں اور مطلب کی شادی غیر شرعی اور ناجائز ہے۔ بعد ازاں فتویٰ کی روشنی میں ایک پنچایت بیٹھی جس نے نور جہاں کو ایک سو ایک پتھر اور اس کے والدین کو پچاس پتھر مارے جانے کا فیصلہ دیا۔ نور جہاں پر پتھر کی چوٹ پر چیختی چلاتی اور درد کی شدت سے بلبلاتی رہی اور رو رو کر منت سماجت کرتی رہی کہ مت مارو، مت مارو میں بالکل بے گناہ اور بے قصور ہوں۔ حتیٰ کہ وہ اسی طرح چیختی، چلاتی کراہتی کانپتی کھڈ کے اندر بیٹھ گئی۔ اس کا جسم لہولہان ہو رہا تھا۔ پتھر برسانے کا سلسلہ ختم ہوا تو اسے جوں توں کھڈ سے نکالا گیا اور لہولہان نور جہاں لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اپنے گھر کی سمت روانہ ہو گئی۔ تاہم اس دوران میں اس نے فیصلہ کیا کہ اب اسے زندہ نہیں رہنا چاہئے ـــ صرف موت ہی اسے اس بے حرمتی سے نجات دلا سکتی ہے۔ لہٰذا گھر پہنچ کر اپنی پھٹی پرانی ساڑھی کو گردن سے لپیٹ کر کھونٹی سے جھول گئی۔

غیر جانبدار دیہاتیوں کا کہنا ہے کہ درحقیقت ـــ مولوی منان خود نور جہاں پر عاشق تھا کہ کسی طرح اس کے دام میں پھنس جائے مگر نور جہاں نے اس کی حوصلہ افزائی نہ کی۔ بلکہ ایک دوسرے شخص سے شادی کر لی۔ اس پر مولوی منان اس شادی کے بعد جس کا نکاح اس نے خود ہی پڑھایا اس کی جان کا دشمن ہو گیا۔

(ہفت روزہ لاہور، ۱۲ مارچ ۱۹۹۴ء ــ ۴)

پاکستان میں ہر تین گھنٹے بعد ایک عورت کی عصمت دری کی جاتی ہے

انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان نے اپنی سالانہ رپورٹ میں کہا ہے کہ پاکستان میں ہر تین گھنٹے بعد ایک عورت کی آبرو ریزی کی جاتی ہے اور اس ظلم کا نشانہ بننے والی ہر دو خواتین میں ایک کم عمر بھی شامل ہے۔ جبکہ ہر چوتھی عورت اجتماعی عصمت دری کا شکار ہوتی ہے۔ سال ۱۹۹۳ء کے لئے جاری کی گئی ایک رپورٹ میں پاکستان میں عصمت دری کا شکار ہونے والی خواتین کی کل تعداد نہیں دی گئی۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان کی جیلوں میں قید ۷۵ سے ۸۰ فیصد عورتوں کو حدود آرڈیننس کے تحت الزامات کا سامنا ہے جس کے تحت سنگسار یا کوڑوں کی سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ مذہبی اقلیتوں کو امتیازی قوانین اور سماجی عدم رواداری کا سامنا ہے اور خصوصاً توہین رسالت کے قانون سے خطرہ ہے جس کے تحت اسلام کے خلاف بولنے پر موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔

(روزنامہ جنگ لندن، ۲۳ مئی ۱۹۹۴ء)

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
#91 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

ایڈز ۔ ایک قسم کی طاعون

"ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (عالمی ادارہ صحت) کے اعداد و شمار کے مطابق (۱۹۹۳ء کے آخر تک) دنیا بھر میں ایک کروڑ سے سوا کروڑ مریض ایڈز کا شکار ہیں۔ جن میں ۷۰ فیصد افریقی ممالک کینیا، یوگنڈا اور صومالیہ وغیرہ میں ہیں۔ جبکہ امریکہ میں ۱۶ لاکھ سے زائد افراد اس مرض سے دوچار ہیں۔ اسی طرح ایک محتاط سروے کے مطابق یورپ میں بھی چھ لاکھ لوگ ایڈز کے مریض ہیں۔ ایشیائی ممالک نیپال، تھائی لینڈ اور پاکستان میں یہ بیماری بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ ہندوستان میں تقریباً ۱۵ لاکھ افراد ایڈز کا شکار ہو چکے ہیں جن میں سے بیشتر کا تعلق بمبئی سے ہے۔ جبکہ بنکاک میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد پانچ سے چھ لاکھ ہے جن میں سے اکثریت ان عورتوں کی ہے جو جسم فروشی کا دھندہ کرتی ہیں۔ یا جو لوگ جنسی تسکین کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں۔

جہاں تک پاکستان میں ایڈز کے مریضوں کے اعداد و شمار کا تعلق ہے تو وہاں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ایڈز کے ایک ہزار مریض ہیں۔ لیکن یہ تعداد ٹھیک نہیں اور ایک محتاط سروے کے مطابق اس وقت پاکستان میں کم از کم پندرہ ہزار ایڈز کے مریض ایسے ہیں جن کے مرض کی تشخیص نہیں ہو سکی اور وہ سائلنٹ کیریئر ہیں۔ دراصل اس حوالے سے پاکستان میں ابھی تک کوئی بھرپور سروے نہیں کیا گیا اور پھر پاکستان میں ایڈز کی ابتدائی تشخیص کے لئے کوئی خاص سہولت بھی نہیں جس کی وجہ سے پاکستان میں اب تک ایڈز کے مریضوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔

پاکستان میں اس بیماری کے پھیلاؤ کی بڑی وجہ منشیات کا استعمال ہے۔ پاکستان میں اس وقت ۲۵ سے ۳۰ لاکھ افراد نشے کے عادی ہیں جن میں ڈیڑھ لاکھ خواتین ہیں جو ہیروئن کا نشہ کرتی ہیں۔ اور ان خواتین کی عمریں ۱۳ سے ۳۰ سال کے درمیان ہیں۔ جن میں کالج کی طالبات بھی شامل ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک خبر آئی تھی کہ لڑکیوں کے کالج میں ایک چوکیدار کو پکڑا گیا جو طالبات کو خفیہ طریقے سے ہیروئن کی پڑیاں تقسیم کرتا تھا۔ آپ اس بات سے اتفاق کریں گے جو طالبات یا لڑکیاں ہیروئن کے نشے میں مبتلا ہو جاتی ہیں وہ پیسوں کے حصول کے لئے اپنی عزت اور عصمت کو فروخت کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر پاکستان میں ڈیڑھ لاکھ لڑکیاں ہیروئن کا نشہ کرتی ہیں تو لازمی طور پر یہ لڑکیاں عصمت فروشی کے دھندے میں بھی ملوث ہوں گی۔ ایسے کی بات ہے کہ ہمارے ڈرگ ایڈکشن سے عصمت فروشی کو فروغ مل رہا ہے جو آگے چل کر ایڈز کے پھیلاؤ کا سبب بنے گا۔ ایسا لگتا ہے کہ اگر ہم نے اس پر ابھی قابو نہ پایا اور اس کی روک تھام کے لئے کوئی مؤثر حکمت عملی اختیار نہ کی تو آئندہ پانچ سے دس برسوں میں یہ مرض (خدانخواستہ) ہر گھر کا مسئلہ بن جائے گا کیونکہ امریکہ میں ۱۹۸۱ء تک ایڈز کا کوئی ایک مریض بھی نہیں تھا لیکن ۱۹۹۲ء میں وہاں ایڈز کے مریضوں کی تعداد سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۱۶ لاکھ ہو چکی تھی"۔ (بشکریہ جنگ لندن، سنڈے میگزین، ۱۰ اپریل ۱۹۹۴ء صـ ۱۱ - ۱۳)

سیرت المہدی کا ایک ورق

از صـ ۴

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

یہ جذبہ حضورؑ میں اس قدر غالب ہے کہ اس کے مقابلہ میں اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ آؤ اب آپ کی ان دعاؤں کو پڑھیں اور خدا سے یہ دعا کریں کہ یہی کیفیت اور یہی جذبہ ہم میں پیدا کر دے۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت و پیار کا دعویٰ کرتے ہیں تو آپ کی اس گریہ و زاری کو دیکھ کر ہمارے دلوں میں بھی ایسی ہی حرکت کی ضرورت ہے کہ وہ پانی کی طرح آستانہ الٰہی پر بہہ نکلیں اور اشاعت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کے اظہار کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ اے مولیٰ ایسا ہی کر۔ آمین ۔

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہو گا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتی اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطع نظر
تا نہ ہو خوش دشمن دیں جس پہ ہے لعنت کی مار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
کیا سلائے گا مجھے تو خاک میں قبل از مراد
یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

—○○—

جو درد اور کرب اس دعا میں ہے وہ تکلف اور بناوٹ سے پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے تو یہی پایا جاتا ہے کہ آپکے وجود کے ہر رگ و ریشہ اور آپ کے جذبات کے ہر گوشہ میں یہی ایک چیز تھی اور یہ حقیقت آپ کی صداقت پر ایک واضح اور روشن دلیل ہے۔ منطقی نہیں بلکہ فطرتی دلیل ہے۔ ہر سلیم الفطرت اس پر غور کر کے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ فیکٹ ہے کہ حضور کو اسلام کے لئے اس قدر غیرت دی گئی تھی کہ اگر تمام مسلمانوں کی غیرت اور جوش کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جاتا اور دوسرے پلڑے میں حضور کی غیرت دینی کو تو یقیناً وہ پلڑا بہت وزنی ہوتا ہے۔

حق ناشناس ظالم ان باتوں کو عقیدت کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ اور اس طرح پر حق سے دور چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ حضرت کی زندگی کے سوانح پر نظر کرے تو اسے معلوم ہو جاوے گا کہ

یہ ایک ناقابل تردید صداقت ہے

تجھے جو گلشن عہد بہار کہتے ہیں
ہمیں بھی لوگ ترا جاں نثار کہتے ہیں
یہ اور بات ہے، ان کو نہ اعتبار آئے
جو بات کہتے ہیں ہم ایک بار کہتے ہیں
وہ پی چکا ہوں کہ اب تک سرور ہے باقی
میں کیا بتاؤں کہ کس کو خمار کہتے ہیں
ترے فراق میں سب بڑی مصیبت ہے
وہ مرحلہ کہ جسے انتظار کہتے ہیں
ہماری محفل حسرت کی جس سے رونق تھی
وہ بجھ گیا ہے چراغ مزار کہتے ہیں
بساط ناز پہ سب کچھ نہیں جو کھو دیتا
ہم اہل شوق اسے بدقمار کہتے ہیں
شب فراق کی آہیں اسے مبارک ہوں
ہوا ہے مصلح بھی سینہ فگار کہتے ہیں

(مصلح الدین احمد راجیکی مرحوم)

ساؤتھ افریقہ

از صـ ۱۲

حکمرانوں کو مزدوروں کی یہ ادا بھی پسند نہ آئی اور انہوں نے ایسے قوانین بنائے کہ مزدوروں کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ کام کی تلاش یا بہتر مزدوری کی تلاش غیر قانونی قرار دیا گیا۔

سیاہ فام لوگوں کو ایسی دستاویزات اپنے پاس ہر وقت رکھنا پڑتیں کہ جس سے معلوم ہو کہ وہ کہاں ملازم ہے اور اس کی رہائش کس علاقہ میں ہے۔

۱۹۸۶ء تک سیاہ فام لوگوں کو Skilled Job کرنے کی اجازت نہ تھی ان تلخ ایام کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بدقسمت مزدور آج بھی کام کرتے ہوئے مندرجہ ذیل گیت گاتے ہیں:-

اے جنوبی افریقہ کے سفید شہرو
تمہاری خوبصورتی ہماری وجہ سے ہے
یہ دولت کی ریل پیل
ہوسٹل کے رہنے والے مزدوروں کے دم سے ہے
مگر تم اتنے بے مروت ہو
کہ ہمیں خالی ہاتھ گھروں کو بھیج دیتے ہو
ہماری عمر بھر کی کمائی کیا ہے
خاک آلود پھیپھڑے، کٹے پھٹے ہاتھ
ذہنوں میں ٹوٹے خواب
اور کانوں میں بھاری مشینوں کی گونج
لیکن میرے عزیزو! دلگیر مت ہو
یقین رکھو
کہ ایسا وقت بھی آئے گا
جب مزدوروں کے لئے صبح ہوگی

مزدوروں کی نقل و حرکت پر مزید پابندیوں کے لئے پاس بک کا نظام لاگو کیا گیا اور بجائے اس کے کہ ایک شخص مختلف قسم کی دستاویزات اور اجازت نامے لئے پھرتا رہے ایک پاس بک تجویز کی گئی نیز چونکہ اس سلسلہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لئے ایک نیا قانون بنایا گیا جس کی رو سے سیاہ فام مزدور سفید علاقوں میں ۷۲ گھنٹے تک قیام کر سکتے تھے۔ اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ ثابت کرنا پڑتا تھا کہ:

(۱) وہ اس علاقہ میں بچپن سے مقیم ہے۔

(۲) ایک ہی ایمپلائر کے ہاں اس کی ملازمت ۱۰ سال سے کم نہیں۔

یا وہ اس جگہ پر قانونی طور سے گزشتہ ۱۵ سال سے رہائش پذیر ہے اور ملازمت بھی وہیں کرتا ہے۔

(۳) یا وہ مذکورہ بالا شرائط کو پورا کرنے والے کسی فرد کی بیوی یا ۱۸ سال سے کم عمر کی کنواری لڑکی یا لڑکا ہے اور اس شخص کے ساتھ قانونی طور پر رہائش پذیر ہے۔

(۴) اس علاقہ میں رہائش کے لئے اسے خصوصی اجازت نامہ دیا گیا ہے۔

اس دستاویز کو کوئی بھی افسر کسی وقت بھی دیکھنے کا مطالبہ کر سکتا تھا اور اگر وہ شخص افسر کو مطمئن نہ کر سکتا تو جرمانہ یا قید کی سزا پاتا۔

اس پاس بک میں اس شخص کا نسلی تعارف، ایمپلائر کا نام اور پتہ ہوتا تھا۔ یہ اجازت نامہ کچھ مدت کے لئے ہوتا جسے وقتاً فوقتاً چیک کر کے تجدید کی جاتی تھی۔

۱۹۸۲ء میں ایک سروے کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ملک بھر میں ہر اڑھائی منٹ میں ایک شخص کو پاس بک کے قوانین توڑنے پر گرفتار کیا جاتا ہے۔ باقی اگلے شمارہ میں

TO ADVERTISE IN THE
PLEASE CONTACT
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

ایچ آئی وی ـ ایڈز (افریقہ میں)

(محمد احمد خان ـ مانچسٹر)

مغرب میں یہ دونوں لفظ HIV اور AIDS اب عام ہیں۔ گزشتہ دس سال سے جب سے اس بیماری کو دریافت کیا گیا ہے، افریقہ کو اس کا گھر کہا جاتا ہے۔ افریقہ کے علاقے (Sub Sahara) کو مغرب نے اس بیماری کے لئے نہایت موزوں بنا کر پورے افریقہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی حالانکہ حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ایچ آئی وی پازیٹو کو کیا ایڈز کا مریض ہونا بھی چاہئے یا نہیں۔ اگرچہ اس بارے میں حالیہ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ چند ایچ آئی وی نیگیٹو لوگ بھی ایڈز کے مریض پائے گئے ہیں۔ دوسرے افریقہ کی اگر ایک قوم یا ایک ملک میں کوئی بیماری پھوٹ پڑے تو مغرب اسے پورے افریقہ کی، جو پچاس مختلف ممالک پر مشتمل ہے، بیماری بتاتا ہے۔

افریقہ میں موجود پرانی بیماریوں کا ہی الگ نام ایڈز رکھ دیا گیا ہے۔ ایڈز کا وائرس جو انسانی قوت مدافعت کو بری طرح تباہ کر دیتا ہے۔ یہ وائرس ان لوگوں پر پوری طاقت سے حملہ کرتا ہے جو کمزوری، ضعف اور متعدی بیماریوں میں مبتلا ہوں۔ کمزوری کا تو ویسے بھی ایڈز سے گہرا تعلق ہے۔ کمزوری، ہیضہ اور ٹی بی کا لمبے عرصے سے افریقہ میں قیام ہے تو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ان بیماریوں کے نتیجہ میں پیدا شدہ کمزوری نے ایچ آئی وی کی شکل اختیار کر لی۔ ٹی۔ بی کے شکار لوگوں کی اکثریت اب بوڑھے اور کمزور لوگوں کی نہیں بلکہ اس کا شکار نوجوان اور درمیانی عمر کے بھی ہیں جو مر رہے ہیں اور انہی علاقوں میں ایچ آئی وی زور پکڑتی جا رہی ہے۔

افریقی ایڈز ماڈلنگ گروپ کے سربراہ کے مطابق افریقہ میں اموات کو ایچ آئی وی کا نیا لیبل تو لگایا جا رہا ہے جبکہ کینسر اور ملیریا جیسی بیماریاں یہاں بدستور قائم ہیں اور لوگوں کے ایک صحت مند لمبی عمر تک نہ پہنچنے کی ذمہ داری اقتصادی حالات پر بھی ہے۔ افریقہ، جہاں اقتصادی بحران آئے دن منڈلاتے رہتے ہیں وہاں ڈاکٹروں کو ایچ آئی وی کے خلاف مہم پر لگانے کا مطلب ہے کہ یہ چھوٹی سی ڈاکٹروں کی جماعت وہاں پائی جانے والی دوسری مہلک بیماریوں کو نظر انداز کر دے۔ کوئی بھی افریقی ملک اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

۱۹۸۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق آبی جان (آئیوری کوسٹ) میں کوئی بھی ایڈز کا مریض نہ تھا۔ یہ شہر مغربی افریقہ میں آباد ہے اور اس کی آبادی ۲۰ لاکھ ہے مگر ۱۹۸۸ء میں کئی سو ایڈز کے مریض ابھر پڑے اور پھر پانچ سال کے ہی عرصہ میں اس بیماری کے مریضوں کی ہسپتالوں میں آمد دوگنا اور تین گنا ہو گئی۔ موت کی نظر زیادہ تر نوجوانوں پر رہی اور اس طرح ۱۹۸۹ء میں اس شہر میں اموات کی زیادہ وجہ ایڈز ہی بنی۔ اسی طرح ان افریقیوں میں جو یورپین ممالک کو نقل مکانی کر گئے اسی بیماری کے باعث وہ بھی موت کا شکار ہوئے۔ یوں برطانیہ سے ۳۵۰ سے زیادہ ایسے افریقیوں کی اموات کا علم ہوا۔ یہ فیصلہ کرنا خاصا مشکل ہے کہ ان اموات کی تشخیص بھی ٹھیک ہوئی یا نہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایچ آئی وی پازیٹو کے لئے کیا ضروری ہے کہ وہ لازمی طور پر ایڈز کا مریض ہو۔ برطانیہ کے تعاون اور امداد سے یوگنڈا میں تحقیق کی گئی۔ یوگنڈا کے جنوب مغربی علاقہ کے دیہات میں ایچ آئی وی اور اموات کا کچھ تعلق ہے۔ اس علاقہ میں اس بیماری کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ سائنس دانوں نے معلوم کیا ہے کہ ۱۳ سال سے ۴۴ سال کے نوجوانوں کے، جو ایچ آئی وی میں مبتلا ہوں اس بیماری کے دو سال کے عرصہ میں موت کا شکار ہونے کا ساٹھ گنا زیادہ امکان ہے بنسبت کم عمر کے لوگوں کے۔ تقریباً آدھے سے زیادہ لوگوں کی اموات کو ایڈز کے نام سے لیبل کر دیا گیا اور باقی بچنے والوں میں صرف ۵ فیصد لوگ ہی ایچ آئی وی میں مبتلا تھے۔ اور پھر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ ان اموات کا ایچ آئی وی سے گہرا تعلق ہے۔ ان ہی اموات کا تعلق کینسر اور تمباکو نوشی سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اس مہلک متعدی بیماری میں شکار ہونے کے خوف سے مر گئے ہوں اور ان میں سے چند ایک نے ہی ٹسٹ کروایا ہو۔

روانڈا میں ایک عورت کو ایچ آئی وی میں اس وقت مبتلا پایا گیا جب وہ حمل کے سلسلہ میں ہسپتال آئی۔ اس کو دو سال کے عرصہ میں ہر صورت مرنا ہے مگر اس کا ساتھی جو ایچ آئی وی میں مبتلا نہیں اس کے بارہ میں علم ہوا کہ اسے ایک سال کے اندر اندر اس جہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔

افریقہ میں ایڈز کے بارے میں تمام معلومات درست نہیں کیونکہ وہاں کئے گئے نسٹوں کی صحت پر اعتماد نہیں۔ ایچ آئی وی انفیکشن کے ٹسٹ کی بنیاد خون میں موجود وہ اینٹی باڈیز ہیں جو اس وائرس کے وجود کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسی طرح کے ٹسٹ پہلے شمالی امریکہ کے علاقوں میں کئے گئے اور جب ۱۹۸۰ء میں یہ مسئلہ افریقہ میں ابھرا تو یہاں [illegible] ٹسٹ کئے گئے۔ اس ٹسٹ نے دوسرے اینٹی باڈیز سے بھی رد عمل ظاہر کیا۔ ان اینٹی باڈیز میں ملیریا کا پیراسائٹ بھی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ افریقہ کے بعض علاقوں خاص طور پر کینیا میں انفیکشن لیول، حقیقی ایڈز کے لیول سے کہیں زیادہ پایا گیا۔

جنوبی افریقہ میں شروع میں یہ کہا جاتا تھا کہ یہاں کی آبادی ختم ہو جائے گی یا آبادی میں اضافہ منفی سمت میں چلا جائے گا یا ۵۰ فیصدی آبادی کو ایڈز لاحق ہے۔ مگر اب لوگ کہہ رہے ہیں کہ ایڈز کا وہ سارا قصہ محض ایک خیال تھا۔

HIV پازیٹو کے علاوہ نیگیٹو بھی ایڈز کے مریض ہوتے ہیں اور افریقہ میں ایچ آئی وی پازیٹو جو ملیریا اور ٹی بی سے مشابہ ہے تو مریض کو ایڈز کا شکار رجسٹر کر لیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہنا غلط ہو گا کہ افریقہ میں ایڈز ہے ہی نہیں۔ سائنسدانوں کو لمبے عرصہ تک اس علاقہ میں تحقیق کرنی چاہئے تا افریقہ میں ایڈز کے بارے میں صحیح معلومات لوگوں کو مل سکیں۔ لوگوں کو اس مرض کے بارے میں علم ہو سکے کہ یہ بیماری عورت سے مرد میں منتقل ہو سکتی ہے۔

اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ ایڈز کا وائرس کوئی رنگ و نسل، سماجی، قومی یا مذہبی تمیز نہیں رکھتا کہ اس وائرس کو کسی مذہب والوں سے نہیں چمٹنا اور کس میں گھر کرنا ہے۔ یہ موافق حالات ڈھونڈتا ہے اور ایک سے دوسرے کے جسم میں منتقل ہوتا ہے۔ زیادہ تر فاحشہ عورتوں سے ملاپ سے یا ہم جنس پرست لوگوں میں ایڈز کا مرض ہوتا ہے۔

دنیا میں اب تک ایڈز کے کل مریض اندازاً ۲۲ لاکھ ہیں مگر صرف تقریباً ۶ لاکھ ۱۲ ہزار مریضوں کا علم ہو سکا ہے۔

اندازاً تعداد معلوم کرنے کے لئے (W.H.0) عالمی ادارہ صحت نے ریاضی کے ماڈل Epimodel کو دس سال کے عرصہ کے لئے اور انفیکشن ہونے سے لے کر ایڈز کی مرض میں مبتلا ہونے تک دورانیہ کو استعمال کر کے یہ اندازہ پیش کیا ہے۔ محققین افریقہ کے بارے میں ان معلومات کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں کیونکہ اس تعداد کا انحصار ٹسٹ اور Sampl-ing کی کوالٹی پر ہے جو افریقہ میں اس معیار کے نہیں جیسا کہ امریکہ اور یورپ میں ہے۔

خون کا عطیہ

(ڈاکٹر مسعود احمد مجوکہ ـ لندن)

انسانی جان کو بچانے کے لئے خون کا عطیہ دینا غیر معمولی ثواب کا باعث ہے۔ خون کے عطیہ سے متعلق چند حقائق تحریر ہیں:

- ○ خون کا عطیہ ایک عام صحت مند انسان ۱۸ سے ۶۰ سال کی عمر کے درمیان دے سکتا ہے۔ اگر باقاعدگی سے دیا جائے تو ۶۵ سال کی عمر تک یہ ثواب کمایا جا سکتا ہے۔
- ○ عطیہ کے وقت آپ کا کم از کم وزن ۵۰ کلو گرام ہونا چاہئے۔ وزن کی اوپر کی کوئی حد نہیں۔
- ○ دو عطیات کے درمیان کم از کم ۱۶ ہفتے کا وقفہ ہونا چاہئے۔
- ○ اگر آپ کسی متعدی مرض مثلاً خسرہ یا چکن پاکس وغیرہ میں مبتلا ہیں یا رہے ہیں تو مکمل طور پر صحت یاب ہونے کے ایک ماہ بعد تک انتظار کریں یا اپنے ڈاکٹر یا مرکز عطیات خون سے رابطہ کریں۔ اگر آپ کو جگر کی سوزش کی بیماری (Hepatitis) ہے یا یرقان کا شکار ہیں تو خون کا عطیہ دینے سے پہلے ایک سال انتظار کریں اور تب بھی مرکز عطیات میں عطیہ دینے سے پہلے وہاں کے عملہ کو اس حقیقت سے مطلع کریں۔
- ○ اگر آپ کو گزشتہ ایک سال میں کوئی سخت مرض لاحق ہوا ہے یا آپ کا کوئی بڑا عمل جراحی ہوا ہے یا آپ کسی ہسپتال میں زیر علاج رہے ہیں تو عطیہ دینے سے قبل مرکز کے عملہ سے رابطہ کریں۔
- ○ کسی بڑے عمل جراحی (Operation) کے بعد عموماً عطیہ دینے سے قبل چھ ماہ کا وقفہ ہونا ضروری ہے۔ اگر اپریشن کے دوران آپ کو خون دیا گیا ہو تو خود عطیہ دینے سے پہلے کم از کم ایک سال انتظار کریں۔
- ○ اپنے دانتوں پر عمل جراحی کے بعد خون کا عطیہ دینے سے قبل مرکز انتقال خون کے عملہ سے رابطہ کریں۔
- ○ کسی بھی قسم کے حفاظتی ٹیکوں (Vaccinat-ion) کے بعد عطیہ دینے سے پہلے مرکز کے عملہ سے رائے لیں۔
- ○ اگر آپ مندرجہ ذیل عملیات سے گزرے ہیں تو ایک سال انتظار کے بعد عطیہ دے سکتے ہیں:۔
  1.Accupuncture.2.Electrolysis.3. Body Piercing. 4. Tattooing. 5.Blood Transfusion یعنی خون کا عطیہ لینے پر۔
- ○ برطانیہ یورپ سے باہر کا سفر اختیار کرنے کے بعد اور عطیہ دینے سے قبل مرکز کے عملہ سے رائے لیں۔
- ○ اگر آپ کسی بھی قسم کی ادویات استعمال کر رہے ہیں اور خون کا عطیہ دینا چاہتے ہیں تو پہلے مرکز کے عملہ کو اس پر اطلاع دیں۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں آپ خون کا عطیہ نہیں دے سکتے.

- ○ HIV or Aids کا مرض ہونے پر۔
- ○ طویل یا مستقل بیماری میں مبتلا ہونے پر یا کسی مرض کی وجہ سے مسلسل ادویہ کے استعمال پر۔
- ○ حاملہ خواتین، بچہ کی پیدائش کے بعد ایک سال تک۔ حمل کے پہلے چھ ماہ میں اسقاط ہونے کے بعد عطیہ دینے سے پہلے چھ ماہ انتظار کریں۔ آخری تین ماہ میں اسقاط ہونے پر ایک سال انتظار کریں۔
- ○ ترقی پذیر ممالک میں خون کا عطیہ دینے سے قبل ڈاکٹر سے رابطہ کریں۔
- ○ برطانیہ میں قیام پذیر احباب خون کا عطیہ دینے اور مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے اپنے مقامی مرکز انتقال خون سے رابطہ کریں یا مندرجہ ذیل فری فون نمبر پر رابطہ کریں۔ 0800—333—000

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Ladieswear Showrooms
34 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

IMPORTERS & EXPORTERS
OF
READY MADE
GARMENTS
S.S. ENTERPRISES
TELEPHONE AND FAX NO:
081 788 0608

Al Fazl International Weekly, London

ISSN: 1352 9587

TELEPHONE NO. 081-870 8517

FAX NO. 081-870 1095

کتاب "انتظار مہدی و مسیح" پر ایک نظر

(شیخ عبدالقادر)

اس وقت ہمارے سامنے ایک نئی کتاب "انتظار مہدی و مسیح" ہے جو قرآنک سنٹر ناظم آباد کراچی نے شائع کی ہے۔ یہ کتاب علامہ سر محمد اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ تمنا عمادی کے افکار کی آئینہ دار ہے۔ فی الجملہ خلاصہ یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کسی مجدد، مہدی اور مسیح نے نہیں آنا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے مکتوب کا فقرہ قابل فکر و تشویش ہے:

"ہم نہیں جانتے کہ مجدد کیا بلا ہوتی ہے"

پھر برملا کہا گیا کہ مسیح و مہدی کا انتظار بے سود ہے۔ علامہ تمنا عمادی کے مقالات کا موضوع یہ ہے کہ مہدی و مسیح کے آنے کی سب روایات سراسر وضعی اور ناقابل قبول ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ ہر بات کی نفی کا مقصد کیا ہے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے لے کر مجدد الف ثانیؒ تک اور وہاں سے حضرت شاہ ولی اللہؒ تک اور آخر میں سید احمد شہید تک جتنے بھی مجدد آئے ہیں ان کو جھٹلا رہے ہیں۔ اس کا نام رجعت قہقری نہیں تو اور کیا ہے۔ احمدیت کی مخالفت کا یہ انجام؟ جو آ چکے ہیں ان کو واپس کر دو ؎

کیا میری ضد پہ باغبان سارا چمن جلائے گا

حضرت مجدد الف ثانیؒ کہتے ہیں کہ پہلے مجدد سو سال کے بعد آئے مگر میں ہزار سال بعد آیا ہوں۔ جو سو اور ہزار میں فرق ہے وہی فرق یہاں ہے۔

ختم نبوت کی حقیقت کیا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے علم کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی وہ ختمی مآب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اب صرف نبوت محمدیہ جاری ہے اسی کے مظہر کامل کا نام "الامام المہدی" ہے اور جس حدیث پر متذکرہ کتاب میں کوئی تنقید نہیں کی گئی وہ "لا المہدی الا عیسیٰ" ہے یعنی مہدی اور عیسیٰ میں مغایرت نہیں وہ دو نہیں بلکہ ایک ہیں۔

اب مایوسی کا یہ عالم ہے کہ مجدد، مسیح و مہدی سب کا انکار ہے۔ فرماتے ہیں کہ اندلس کے علامہ ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ نے مسیح کے نزول کو ایک اختلافی عقیدہ قرار دیا ہے لہٰذا یہ کوئی متفقہ عقیدہ نہیں ہے کہ جس کو مانا جائے یا نہ مانا جائے۔

حالانکہ علامہ ابن حزم اپنی کتاب "المحلیٰ" میں وفات مسیح کا اعلان کرتے ہیں۔ آیات قرآنیہ پیش کر کے مسیح کی وفات کا حتمی استدلال کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی نزول مسیح کے عقیدہ کو برحق قرار دیتے ہیں اور اپنی دوسری کتاب "مراتب الاجماع" میں فرماتے ہیں کہ وہ مسیح جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوا اسی کی آمد کا عقیدہ امت محمدیہ میں ایک اختلافی عقیدہ ہے۔ اختلاف کیا ہے؟ صدر اول سے اس عقیدہ کے لوگ موجود تھے کہ نزول مسیح سے مراد مسیح اسرائیلی نہیں بلکہ ان کا کوئی مثیل ہے یا امت محمدیہ کا وہ فرد مراد ہے کہ جو مسیح کی روح لے کر پیدا ہو گا۔ پس اسرائیلی مسیح کی آمد کا عقیدہ ایک اختلافی عقیدہ ہے لیکن مسیح کا نام پا کر ایک فرد کی آمد کا عقیدہ برحق ہے۔

علامہ ابن حزم کے عقیدہ کو کتاب مذکور میں دیانت داری سے پیش نہیں کیا گیا۔ وہ وفات مسیح اور نزول مسیح دونوں کو پیش کرتے ہیں۔ اسرائیلی مسیح کی آمد کا عقیدہ ایک اختلافی عقیدہ قرار دیتے ہیں لیکن مسیح کی آمد کا عقیدہ اس تاویل و تعبیر کے ساتھ کہ مسیح اور مہدی ایک ہیں۔ مسیح کا مثیل آئے گا، اس کی روح لے کر کوئی مرد حق پیدا ہو گا۔ اس عقیدہ پر امام ابن حزم نے سکوت اختیار کیا ہے۔

امام ابن حزم نے جس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے علامہ ابن الوردی نے اس کو کھول کر بیان کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب "خریدۃ العجائب و فریدۃ الغرائب" (۸۲۲ھ) میں فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ میں تین گروہ ہیں۔ پہلا اکثریتی گروہ تو یہ مانتا ہے کہ بعینہٖ مسیح نے آنا ہے۔ دوسرا یہ تسلیم کرتا ہے کہ مسیح کے آنے سے مراد اس کے مثیل کی آمد ہے، جیسے نیک آدمی کو فرشتہ کہا جاتا ہے۔ جبکہ تیسرا گروہ یہ مانتا ہے کہ نزول مسیح سے مراد یہ ہے کہ امت محمدیہ میں مسیح کی روح لے کر کوئی مرد خدا پیدا ہو گا۔ پس نزول مسیح کا عقیدہ اس تعبیر کے ساتھ ایک برحق عقیدہ ہے۔

کتاب مذکور میں ایک قطعی دلیل یہ دی گئی ہے کہ قرآن میں کسی آنے والے کا ذکر نہیں ہے مگر افسوس یہ نہیں دیکھتے کہ آیت قرآنی "و آخرین منھم" میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا ذکر ہے۔

علامہ قرطبی (المتوفی ۶۷۱ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

قولہ تعالیٰ (و آخرین منھم) "ھو عطف علی الامیین ای بعث فی الامیین وبعث فی آخرین منھم" یعنی مراد یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امیین عرب میں مبعوث ہوئے اور آخرین میں برابر مبعوث ہونا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی بعثت کے بعد روحانی بعثت بھی ایک حقیقت ثانیہ ہے۔ لہٰذا یہ ادعا کہ قرآن میں کسی آنے والے کا ذکر مفقود ہے، ایک باطل خیال ہے۔ کیا آیت استخلاف میں خلفاء امت محمدیہ کے آنے کا وعدہ نہیں ہے۔ تلاش شرط ہے سب کچھ مل جائیگا۔

ایک دلیل یہ دی گئی ہے کہ کسی آنے والے کا عقیدہ ایک مجوسی عقیدہ ہے۔ اس کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اصل حوالہ دیکھ لو تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ مجوسیوں کی کتاب دساتیر میں ہے کہ ایک مرد تازی برپا ہو گا اس کی امت ایران کے سب مقامات پر قابض ہو جائے گی۔ اس کی بعثت مقدسہ پر جب ایک ہزار سال گزر جائینگے تو اس کی امت زوال پذیر ہو جائیگی۔ اس وقت زرتشت کا ایک فرزند مبعوث ہو گا۔ اس کے بعد نبوت و خلافت امت سے جدا نہیں ہوگی۔

اس حوالہ پر غور کریں۔ اگر بعثت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مجوسی عقیدہ نہیں تو فارسی الاصل موعود کا عقیدہ جو کہ حدیث رسولؐ کے عین مطابق ہے، مجوسیت کیسے بن گیا؟ پس کتاب "انتظار مہدی و مسیح" کے سب استدلال تار عنکبوت ہیں اور قابل رد ہیں۔

تقریب اعزازات

چیئرمین سینٹ نے حمید نظامی گولڈ میڈل محمد محمود طاہر کو پہنایا اور ۱۰ ہزار روپیہ کا نقد انعام بھی پیش کیا

۹ مئی ۱۹۹۴ء بروز سوموار ہالیڈے ان اسلام آباد میں منعقدہ ایک تقریب میں چیئرمین سینیٹ جناب وسیم سجاد نے اورینٹ ایڈورٹائزنگ کی طرف سے ایم اے ابلاغیات میں اول آنے والوں میں اورینٹ حمید نظامی یادگاری طلائی تمغہ جات طلباء کو پہنائے۔

مکرم محمد محمود احمد طاہر ایم اے ابلاغیات مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ، ابن مکرم چوہدری محمد صادق صاحب اکاؤنٹنٹ وکالت تبشیر ربوہ، [جنہوں نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ایم اے ابلاغیات میں نہ صرف اول پوزیشن حاصل کی تھی بلکہ یونیورسٹی کا نیا ریکارڈ بھی قائم کیا تھا] کو اول آنے پر پاکستان کی اشتہار ساز کمپنی Orient Adv. کی طرف سے طلائی تمغہ اور ۱۰ ہزار روپیہ کا نقد انعام دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک کرے اور آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین

مختصرات

۲۹ مئی ۱۹۹۴ء۔ بوزنین احباب سے مجلس سوال و جواب کا بقیہ حصہ آج پیش کیا گیا۔

آج حضور انور نے درج ذیل موضوعات پر اظہار خیال فرمایا:-

(۱) کیا احمدی بوزنین مسلم کمیونٹی کے ممبر بن سکتے ہیں (۲) کیا تمام مسلمان فرقے جماعت احمدیہ کے خلاف ہیں اور اسے غیر مسلم قرار دیتے ہیں اور حج پر جانے سے روکتے ہیں۔ کیا ثبوت ہے کہ وہ جھوٹے اور احمدی لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں؟ (۳) انگلستان میں عیسائی لوگ بستے ہیں جو اسلام کے دشمن ہیں اس کے باوجود انگلستان میں حضور کے قیام کرنے کی وجہ کیا ہے؟ (۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے۔ (۵) کتنے البانین احمدیہ جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ (۶) جس طرح بوزنین کے لئے تبلیغی مجالس سوال و جواب ہوتی ہیں اسی طرح البانین لوگوں کے لئے کیوں نہیں ہوتیں؟

الحمدللہ کہ اس مجلس کے بعد ۷۵۶ بوزنین اور ۱۲۰ البانین دوستوں نے حضور انور کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ بے حد مبارک کرے اور سب کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

(ع - م - ر)

نقش فریادی

زباں پر اسوہ خیرالوریٰ بھی

نہاں خنجر بھی زیر آستیں ہے

یہ سفاکی یہ خوں ریزی یہ نفرت

بنام رحمتہ للعالمیں ہے؟

(سعید احمد اعجاز)

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	. 36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.